www.colorofbooks.com

چاند میرے آنگن کا

عفت سحر پاشا

کہا اس نے، مناسب ہے محبت کا سفر کرلو
کہا میں نے، تمہیں چاہا، مری چاہت اَمر کرلو
کہا اس نے، محبت کا سفر کرنا ضروری ہے؟
کہا میں نے، ضروری ہے ذرا سی اک نظر کرلو

میں پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے عمر کو اپنا ماضی الضمیر سمجھانے کی کوشش کررہا تھا مگر اس کی موٹی عقل میں میری باتیں نہیں سمارہی تھیں۔ وہ بدستور ایک ہی بات پر اَڑا ہوا تھا اور مجھے اسی بات پر زیادہ غصہ آرہا تھا کہ وہ اپنی بات کو درست بھی سمجھ رہا تھا، میں نے بہت اُکتا کر اسے بکواس بند کرنے کو کہا تو وہ میرے غصے پر توجہ دیئے بغیر یونہی مجھے قائل کرنے کے انداز میں بولا۔

"تم اگر اپنی جذباتیت کو ایک سائیڈ پر رکھ کر سوچو گے تو تمہیں احساس ہوگا کہ تم ایک بے وقوفانہ فیصلے پر عمل درآمد کرنے سے متعلق سوچ رہے ہو۔ اگر نوکروں کے سر پر بچوں کی قابل اعتماد پرورش ہونے لگے تو بیویوں سے اُکتائے ہوئے شوہر حضرات پہلی فرصت میں بیویوں کو فارغ کرکے نوکر رکھ لیں۔"

"اب اگر تم نے ایک لفظ بھی مزید کہا تو میں اس ایش ٹرے سے تمہارا سر پھاڑ دوں گا۔" میں نے ایش ٹرے ہاتھ میں تولتے ہوئے بہت سُلگ کر کہا مگر وہ متاثر ہوئے بغیر بولا۔

"اچھا فرض کرو کہ تم بچوں کی دیکھ بھال کے لیے ایک نوکر رکھتے ہو؟" اس نے کہنا شروع کیا تو ناچار میں نے تصحیح کی۔

"نوکر نہیں نوکرانی۔"

"اوکے..... " اس نے ترمیم کرتے ہوئے پھر سے اسٹارٹ لیا۔ "تم ایک نوکرانی رکھ لیتے ہو، سارا دن وہ تمہارے بچوں کو بے حد محبت اور خوش اسلوبی سے سنبھالتی ہے، رات کو کیا کروگے؟" ڈیڑھ گھنٹے کی بحث کے بعد اس نے ایک نیا نکتہ میرے سامنے لا رکھا تھا۔ میں جو بہت اطمینان سے سن رہا تھا۔ چند ثانیوں کے لیے چپ رہ گیا۔ پھر قدرے سوچنے کے بعد بولا۔

"بہت سی عورتیں ہوتی ہیں جو ایزائے گورنس گھروں میں رہتی ہیں۔"

www.colorofbooks.com

"مائینڈ یو مسٹر لبرل...... اگر گھر میں فقط ایک بتیس سال کا مرد رہتا ہو تو پھر وہ اپنے ہی گھروں میں رہتی ہیں۔" اس کے طنز سے جتانے پر میں اسے گھورنے لگا تو وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"شہرام! تم جتنے چاہے پرزور انداز میں میری باتوں کی نفی کرو مگر میں جانتا ہوں کہ تم بھی ان باتوں کو سمجھتے ہو۔ شہلا بھابھی سے محبت اپنی جگہ' مگر یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جا سکتا۔ اس لیے تمہیں جلد ہی فیصلہ کر لینا چاہیے۔ نینا آپا کے جانے میں صرف دو ہفتے رہ گئے ہیں۔ یہ جو تمہاری بے فکری ہے نا' سب اُڑن چھو ہو جائے گی۔ ابھی تو بچوں کو انہوں نے سنبھال رکھا ہے' اکیلے کیا کرو گے؟ سعد کو تو سنبھال ہی لو گے مگر رات کے وقت ثنا کو سنبھالنا' اور فقط ڈھائی ماہ کی بچی کو سنبھالنا کس قدر مشکل کام ہے۔ یہ شاید تم نے کبھی سوچا ہی نہیں ہے۔"

"میں شہلا سے بے وفائی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ہم ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے تھے' یہ سب جانتے ہیں۔ اس نے مجھے اولاد جیسے تحفے سے نوازا' میری ہی اولاد کو جنم دیتے ہوئے وہ...... اور تم کہتے ہو کہ میں اس سے بے وفائی کر جاؤں؟" میرے لہجے میں تلخی گھلنے لگی تو وہ بھی اسی قدر غصے سے بولا۔

"بی پریکٹیکل شہرام۔ شہلا بھابھی سے تمہاری محبت بچوں کی پرورش میں اگر مدد دے سکتی ہے تو تم بصد شوق یونہی ساری عمر گزار دو۔"

اور یہ سب تو مجھے سب نے شہلا کے چالیسویں کے اگلے روز ہی سے سمجھانا شروع کر دیا تھا۔ شروع شروع میں تو میں اس قدر طیش میں آیا کہ چیخنے چلانے لگا مگر اب جوں جوں نینا آپا کے واپس جرمنی جانے کے دن قریب آ رہے تھے' میری فکریں بھی زور پکڑنے لگی تھیں مگر میرے دل و دماغ نے اس فیصلے کو لمحہ بھر کو بھی قبول نہیں کیا تھا۔

"اگر تمہیں اپنے بچوں سے ذرا بھی محبت ہے تو پلیز شہرام! انہیں ملازموں کے ہاتھوں میں مت دینا کیوں کہ وہ بچوں کی تربیت بھی اپنے ذہنی رجحان کے مطابق کریں گے۔ جب کہ تمہارے بچوں کو ایک ماں کی ضرورت ہے' سمجھے؟ صرف ایک ماں کی' جو دن رات ان کی دیکھ بھال کرے' ان کی ضروریات پوری کرے۔ جس کی توجہ ہر پل انہی کے لیے ہو۔"

وہ میرا جگری یار تھا' اس کی اور میری دوستی اٹوٹ تھی۔ میں اس کی بے غرض اور بے لوث دوستی کا معترف بھی تھا۔ اب بھی وہ نہایت عاجزی سے بولا تو میں اسے دیکھنے لگا۔

"تم جانتے ہو عمر' سگی ماں ہی اصل ماں ہوتی ہے۔ تم فقط خیالی باتیں کر رہے ہو۔" میں اگرچہ اب بھی مانا نہیں تھا مگر وہ میری اتنی سی توجہ پر ہی پرجوش ہو کر میرے پاس آ بیٹھا۔

"کہاں لکھا ہے یار' سگی مائیں بھی اپنے بچوں کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کرتی ہیں کہ لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔"

"میں اس سارے مسئلے کو اچھی طرح سمجھتا ہوں مگر......" میرے بات مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ مجھے ٹوک گیا۔

"کسی بھی فیصلے سے پہلے یہ یاد رکھنا کہ تمہاری ساس صاحبہ تمہارے شادی نہ کرنے کی صورت میں دونوں بچوں کو اپنے ساتھ ناروے لے جانے کا الٹی میٹم دے چکی ہیں۔"

"وہ میرے بچے ہیں۔ نذر و نیاز نہیں جو میں بانٹتا پھروں۔" میں سلگا تو اس نے کہا۔

"تم مجھے صرف یہ بتا دو کہ نینا آپا کے جانے کے بعد تم کیا کرو گے تو آج کے بعد میں کبھی تم سے اس ٹاپک پر بات نہیں کروں گا۔"

کتنی ہی دیر میں خاموش بیٹھا رہا تھا اور وہ اتنی دیر نہایت صبر سے میرے فیصلے کا انتظار کرتا رہا۔

اس کی ایک ایک بات درست تھی۔ نینا آپی کے

جاتے ہی میں جن کرائسس میں گھرنے والا تھا' وہ میں بھی بخوبی جانتا تھا مگر شہلا سے بے وفائی کا خیال مجھے بچوں کی طرف دیکھنے ہی نہیں دیتا تھا۔ پانچ سال کی رفاقت میں وہ میری بیوی سے زیادہ محبوبہ رہی تھی۔ میں اس کی ایک ایک ادا پہ جان وارتا تھا اور اب جب کہ وہ مجھ پر جان وار گئی تھی تو زندگی مجھے اس موڑ پر لے آئی تھی کہ اس سے بے وفائی کیے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں تھا مگر اتنی سی دیر میں' میں بہت کچھ سوچ چکا تھا جو شاید پچھلے تمام دنوں میں سب کے سمجھانے کے نتیجے میں میرے خانۂ لاشعور میں پلان کی صورت جمع ہوتا رہا تھا۔ اب جب کہ میں مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق زہر کا یہ گھونٹ پینے پر راضی ہوا تھا تو ایک دم سے تمام لائحہ عمل بھی ترتیب پا گیا۔

"او کے......" گہری سانس لے کر بہت بوجھل انداز میں' میں نے سرنڈر کیا تو عمر نے جوش میں آ کر میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دبایا۔

"تھینکس یار' گریٹ شہری...... مجھے تم سے ایسے ہی فیصلے کی توقع تھی۔ میں جانتا تھا کہ شہلا بھابھی سے محبت اپنی جگہ' مگر بچوں میں بھی تمہاری جان بند ہے۔"

"مگر اس کے لیے میری کچھ ڈیمانڈز بھی ہیں۔" میں بے حد سنجیدگی سے بولا تو اس نے مجھے حوصلہ دینے والا انداز اپنایا۔

"ہاں...... کیوں نہیں۔"

"لڑکی کا تعلق کسی غریب گھرانے سے ہونا چاہیے۔ آئی مین یہ [illegible] کے لیے خواب ہو۔" میں نے کہا تو وہ تحیر سے مجھے دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"بس تم میری یہ ڈیمانڈ نینا آپا سے ضرور کہہ دینا' اس کے علاوہ مجھے کسی بھی چیز سے غرض نہیں۔ مجھے بچوں کی دیکھ بھال کرنے والی عورت کی ضرورت ہے نا کہ کسی ماڈل گرل کی۔ اینڈ آئی تھنک ایسی لڑکیاں مڈل یا لوئر کلاس ہی میں دستیاب ہوتی ہیں۔"

"او کے' میں کہہ دوں گا۔" وہ قدرے مطمئن ہوا تھا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہوا۔ "اتنے اچھے فیصلے کے بعد تو تم پر لنچ ڈیو ہو گیا ہے۔"

حالانکہ اس فیصلے کے بعد میرے دل و دماغ کثیف ہو رہے تھے مگر میں اپنے بوجھل پن سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ میں جانتا تھا کہ تنہائی مجھے پھر سے اپنا فیصلہ تبدیل کرا دے گی۔

"تمہیں ہر بات میں کھانا ہی سوجھتا ہے۔" میں نے طنز کیا تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"رات کو نینا آپا کی طرف سے بھی ڈنر کا انویٹیشن تھا' تمہارے مان جانے کی صورت میں۔ اب وہ بھی پکا ہے۔"

دل میں اٹھتے طوفان کو دبائے میں بظاہر بہت مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ فضہ بھابھی آج کل میکے گئی ہوئی تھیں' اس لیے عمر آوارہ گردیوں کے لیے بالکل فارغ تھا۔

میری رضامندی پاتے ہی نینا آپا نے گویا چراغ کے جن کی سی پھرتی دکھائی' فقط ڈیڑھ ہفتے ہی میں انہوں نے اپنی دانست میں ایک بہترین لڑکی ڈھونڈ نکالی تھی۔ میری فرمائش کے مطابق لڑکی کی اپنی مرضی کو اولیت دی گئی تھی کیوں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی لڑکی فقط ماں باپ کے دباؤ میں آ کر شادی کے لیے رضامند ہو۔

کسی بھی شور شرابے اور ہنگامے کے بغیر چند معززین کی موجودگی میں بہت سادگی کے ساتھ نکاح کا فریضہ ادا ہو گیا۔ حق مہر میری مرضی کے مطابق دس لاکھ روپے رکھا گیا تھا۔ ہر کوئی خوش اور مطمئن تھا مگر میرے اندر ایک اتھل پتھل مچی ہوئی تھی۔ چاہے کسی کو یاد ہوتا یا نہیں مگر مجھے بہت اچھی طرح یاد تھا کہ آج سے ٹھیک پانچ سال پہلے اسی تاریخ کو شہلا میری عروس بن کر میری زندگی میں داخل ہوئی تھی۔

میں بے اندازہ خوش تھا۔ تب جذبات میں ایک شوریدہ سری سی تھی' ایک بے تابی سی تھی کہ کب دوست

www.colorofbooks.com

جان چھوڑیں اور میں اس کے مقابل پہنچوں اور آج.....؟

آج میں خود کونوں کھدروں میں منہ چھپائے پھر رہا تھا کہ کسی کی نگاہ مجھ پر نہ پڑ جائے۔ شہلا سے بے وفائی کا احساس میری روح پر کوڑے برسا رہا تھا۔ اس کی یاد میری آنکھوں میں جلن بھر رہی تھی۔ میں خود کو ہمیشہ بہت مضبوط سمجھتا تھا مگر شہلا کی موت کے بعد مجھے پتہ چلا کہ یہ تمام مضبوطی' خود اعتمادی اور بے فکری صرف اور صرف شہلا کے ساتھ اس کی محبت کی مرہون منت تھی۔ ایک دم سے میں بھری دنیا میں تنہا رہ گیا تھا۔

میں اپنے بیڈروم سے ملحقہ اسٹڈی روم میں موجود تھا۔ اعصاب وائلن کے تار کی طرح تنے ہوئے تھے۔ ٹینشن کی وجہ سے سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ میری نظروں میں صرف شہلا کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ میں دیکھ سکتا تھا کہ اس کی آنکھوں میں کتنی شکایت اور درد تھا۔ اس کے خاموش لب اپنی وفاؤں کا صلہ مانگ رہے تھے اور میں مارے ندامت کے اس سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔

"مجھے معاف کر دینا شہلا' مگر اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں بہت مجبور تھا' مگر میں صرف تمہارا ہوں شہلا۔ تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا' کوئی بھی نہیں۔"

پتہ نہیں میں اس جنونِ خرد میں کتنی دُور نکل جاتا جب آپا ایک دم سے اندر آ گئیں۔ ان کے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارنے تک میں سنبھل چکا تھا۔

"تم یہاں ہو شیری اور میں تمہیں وہاں سارے گھر میں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔"

"سعدا اور ثنا کہاں ہیں؟" میں نے ان کی توجہ بٹانی چاہی۔

"وہ تو کب کے سو بھی چکے۔" انہوں نے بہت اطمینان سے کہا اور پھر مجھے کہنے لگیں۔ "اور تم یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ اٹھو اپنے بیڈروم میں چلو۔"

میں گہری سانس لے کر اٹھا مگر ابھی میرا ہاتھ دروازے کی ناب پر ہی تھا کہ ان کا اگلا جملہ میرے قدم ٹھٹکا گیا۔

"کب سے بے چاری رائمہ اکیلی بیٹھی ہے۔ میں تو دودھ رکھنے آئی تو دیکھا کہ دلہن موجود اور دلہا غائب ہے۔"

میں ان کی طرف پلٹ کر تیز لہجے میں بولا۔

"کیا مطلب.....؟ وہ میرے بیڈروم میں کیا کر رہی ہے۔ اسے تو بچوں کے روم میں ہونا چاہئے۔"

میرے لب و لہجے پر وہ ششدر سی مجھے دیکھنے لگیں' پھر دھیمے مگر سخت انداز میں بولیں۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا' وہ بیوی ہے تمہاری۔"

ان کے اس طرح سے جتلانے پر میری کنپٹیاں سُلگ اٹھیں۔ پہلے یہ سب لوگ مجھے ہر وقت یہی احساس دلانے پر کمربستہ رہتے تھے کہ میرے بچوں کو ایک ماں کی ضرورت ہے اور جب کہ میں نے دل کو مار کر ان کی یہ فرمائش پوری کر دی تھی تو اسے میرے بیڈروم میں بٹھا کر کہا جا رہا تھا کہ وہ میری بیوی ہے۔

"مائنڈ یو آپا' مجھے بچوں کی دیکھ بھال کرنے والی کی ضرورت تھی نا کہ اپنے لیے بیوی کی۔ وہ جس فرض کو نبھانے کے لیے آئی ہے اسے وہی نبھانے دیں۔"

میرا یہ انداز آپا کے لیے بہت غیر متوقع تھا اسی لیے وہ گڑبڑا گئیں۔

"آہستہ بولو' وہ ساتھ ہی بیٹھی ہے۔"

"سو واٹ آپا.....؟" میں جھلایا ہوا اسی لب و لہجے اور زیر و بم کے ساتھ بول رہا تھا۔ "اسے خود علم ہونا چاہئے کہ مجھے بیوی کی نہیں بلکہ بچوں کی دیکھ بھال کرنے والی کی ضرورت ہے۔ یہ کام میں کسی گورلس سے بھی کروا سکتا تھا لیکن اس مقصد کے لیے اسے بیاہ کر لایا گیا ہے کہ وہ دن رات میرے بچوں کی دیکھ بھال کر سکے اور اسی لیے میں نے آپ سے کسی غریب گھرانے کی لڑکی کی بات کی تھی۔ روپے پیسے کی میری پاس کمی نہیں' گھر ہے' گاڑی ہے' اس کی ہر خواہش پوری ہوگی' مگر اسے میرے بچوں کو بھرپور توجہ دینی ہوگی۔"

"یہ کیا بکواس ہے شیری؟" آپا صدمے کا شکار تھیں۔ "میں تو بے خبری میں ہی اس معصوم کی زندگی برباد کر بیٹھی۔ مجھے تمہارے ان بیہودہ خیالات کا علم ہوتا تو میں کبھی بھی یہ شادی نہ ہونے دیتی۔ چار دن بچوں کو سنبھالنا پڑتا تو خود بخود عقل ٹھکانے آ جاتی تمہاری۔" ان کی آواز بھرا گئی تو میں زچ آ گیا۔

"آپا! اس میں عجیب کیا ہے' آپ جانتی ہیں کہ میں شہلا سے کسی صورت بھی بے وفائی نہیں کر سکتا۔"

آپا رونا بھول کر تحیر سے مجھے دیکھنے لگیں۔

"ایک مرے ہوئے انسان کے پیچھے تم ایک زندہ انسان کو جیتے جاگتے مار رہے ہو؟"

میں نے اسی طرح لاتعلقی سے کہا۔

"اگر وہ شادی پر رضامند ہوئی ہے تو یقیناً جانتی ہوگی کہ اسے یہاں دو بچوں کو سنبھالنا ہے۔ اس نے سب کچھ سوچ کر ہی کمپرومائز کیا ہوگا۔ اور پھر وہ جس ماحول سے آئی ہے وہاں اس نے اتنی سہولتیں اور عیش و آرام کہاں دیکھا ہوگا۔ آپ خود دیکھ لیجئے گا کہ وہ ان سب لگژریز سے کتنا مطمئن ہوتی ہے۔"

"بکواس نہیں کرو شہرام۔" انہوں نے مجھے بری طرح جھڑک دیا۔ "تم گھر میں فل ٹائم ملازمہ نہیں لائے۔ تمہاری بیوی ہے وہ۔"

"آپ کا جو کام تھا وہ آپ نے کر دیا۔ اب آپ بے فکر ہو جائیں' میں خود ساری ایڈجسٹمنٹ کر لوں گا۔" میں نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے رسان سے کہا تو انہوں نے میرا ہاتھ جھٹک دیا۔

"بات بھی مت کرنا میرے ساتھ۔ بہت گھٹیا پن دکھا رہے ہو تم۔"

"میں بالکل ٹھیک کر رہا ہوں آپا۔ شہلا کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا تو دل میں ایک ٹیس بھی اٹھی کہ شروعات تو میں کر ہی چکا تھا۔

"کوئی کسی کی جگہ نہیں لے سکتا شیری۔ ہر ایک کا اپنا مقام ہوتا ہے اور اگر تم محبت کی بات کرتے ہو تو وہ تو ساتھ چلتے رہنے سے ایک دوسرے کا احساس کرنے سے ہو ہی جاتی ہے۔" انہوں نے مجھے قائل کرنے کی آخری کوشش بھی کر ڈالی مگر میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں تو اس معصوم کو منہ دکھانے کے لائق بھی نہیں رہی۔ خدا ہی ہے جو مجھے معاف کرے۔ وہ ایک عظیم ذمہ داری نبھانے کے لیے اس گھر میں آئی ہے مگر تم نے اس کا مقام بہت غلط رکھا ہے۔ میں نے اس کا بہت حوصلہ بڑھایا تھا۔ اب تو خدا ہی ہے جو مجھے معاف کرے' ناحق ایک بے گناہ اور معصوم پر تم ظلم کرنے چلے ہو۔"

وہ بھرائے ہوئے لہجے میں کہتی پھر رکی نہیں۔ ان کے جانے کے بعد میں نے گہری سانس لے کر خود کو کرسی پر گرا دیا۔

ذہنی پراگندگی اپنی جگہ مگر آپا سے یہ جنگ جیت کر میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

تنہائی پاتے ہی ایک مرتبہ پھر شہلا کی یاد پوری شدت سے میری سوچوں پر حاوی ہو گئی۔ میں نے خود کو اس کی تصوراتی بانہوں میں چھپایا اور سلگتی آنکھیں موند لیں۔

ولیمے کی تقریب بھی بے حد سادگی سے ڈرائنگ روم ہی میں نمٹ گئی۔ اس سے اگلے روز آپا کی جرمنی کے لیے فلائٹ تھی۔ وہ سامان سمیٹ کر' بچوں سمیت جانے کو تیار تھیں۔

"شہرام! بے وقوفی مت کرنا' رائمہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ عام لڑکیوں سے بہت مختلف ہے۔ اسے مس مت کرنا' لایعنی خیالات اور مفروضات کے خول سے نکل کر دیکھو' اسے پرکھو۔ اسے اپنی بیوی سمجھو گے تو ہی وہ تمہارے بچوں کی بہترین ماں بن کے دکھائے گی' ورنہ تو نوکر بھی بچوں کو توجہ دے سکتے ہیں۔ اسے کوئی مان تو دو' ملازمہ تو مت سمجھو۔ روپے دے کر مامتا نہیں خریدی جا سکتی۔ ہر کوئی بکنے کو تیار نہیں بیٹھا ہوتا۔"

ڈیپارچر میں جانے تک وہ بھیگی آواز میں مجھے سمجھاتی رہی تھیں۔

www.colorofbooks.com

"آپا تو بس ہمیشہ کی جذباتی ہیں' بھلا کون لڑکی ہوگی جو اتنے عیش و آرام کو چھوڑ کر دوسری فضولیات پر دھیان دے گی۔ یہ سب روپے کا کمال ہے۔" میں ڈرائیو کرتے ہوئے بے پروائی سے سوچ رہا تھا۔ میں نے رائمہ کو دیکھا تھا۔ تیئس' چوبیس سال کی اچھی شکل وصورت کی لڑکی تھی۔ بظاہر تو مجھے اس میں کوئی خامی نظر نہیں آئی تھی کہ وہ مجھ جیسے شادی شدہ دو بچوں کے باپ سے شادی کرنے پر مجبور ہو جاتی تو پھر یہ بالکل سامنے کی بات تھی کہ میرا روپیہ اور باقی لگژریز ہی اس کے اس فیصلے کا سبب تھیں۔ اس کے گھر والوں سے بھی میری ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے والد رؤف احمد ایک پرائیوٹ فرم میں نچلی پوسٹ پر جاب کرتے تھے۔ رائمہ کے علاوہ اس کی چار بہنیں تھیں' رائمہ سب میں بڑی تھی۔ اپنی معمولی سی تنخواہ میں رؤف احمد بمشکل اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھے ہوئے تھے۔

چوکیدار نے گیٹ کھولا تو میں گاڑی پورچ تک لے آیا۔ میں اندر داخل ہوا تو سعد دوڑتا ہوا آ کر میری ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ چار سالہ سعد کو میں نے جھک کر اٹھاتے ہوئے اچھالا اور پھر بانہوں میں بھر لیا مگر وہ منہ بسورتے ہوئے چہرہ میری گردن میں گھسیڑتے ہوئے بولا۔

"پاپا..... یہ گندی..... کون ہے؟"

اس کے اس طرح کہنے پر میں نے دیکھا' اس کے پیچھے رائمہ ہاتھ میں پلیٹ تھامے شاید اسے کچھ کھلانے کے چکر میں تھی۔

"بہت بری بات ہے سعد' بڑوں سے یوں بات کرتے ہیں؟" میں نے فوراً سعد کو سرزنش کی تو وہ معصومیت سے بولا۔

"سوری پاپا....."

میں اسے لیے صوفے میں دھنس گیا۔ رائمہ پلیٹ سینٹر ٹیبل پر رکھ کر اندر چلی گئی تو میں نے دیکھا اس میں چاکلیٹ کسٹرڈ تھا۔ میں سعد کی طرف متوجہ ہوا جو بڑے مگن انداز میں میری رسٹ واچ سے کھیل رہا تھا۔

"سعد! یہ کسٹرڈ اچھا نہیں ہے کیا؟"

"اچھا ہے پاپا....."

"تو پھر کھا کیوں نہیں رہے؟"

"میں ماما کے ہاتھ سے کھاؤں گا۔" وہ اطمینان سے بولا تو میں بے اطمینان ہونے لگا۔ میں نے اس کے بالوں کو چومتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

"مگر بیٹا ابھی ماما تو نہیں ہے نا۔"

"ماما کب آئیں گی؟"

"آ جائیں گی میری جان۔"

"کوئی نہیں' آنی بھی یہی کہتی تھیں۔" وہ قدرے خفا ہوا تو میں بے بس ہونے لگا۔ ابھی تو میں شہلا کی غیر موجودگی کا عادی نہیں ہوا تھا۔ وہ تو پھر چوبیس گھنٹے اس کے ساتھ لگا رہا تھا۔

"اگر میں یہ کسٹرڈ کھالوں تو ماما آ جائیں گی؟" وہ اپنی سیاہ ذہین آنکھیں میرے چہرے پر جمائے پوچھ رہا تھا۔ اس کے انداز پر مجھے پھر سے ماضی کی یاد ستانے لگی۔ یونہی ایک بار سعد نے سیدھے سوال کر کے شہلا کو زچ کیے جا رہا تھا تو اس نے تنگ آ کر سعد کو ڈانٹ دیا۔ میرے منع کرنے پر وہ بولی۔

"ایمان سے شہرام' اتنے سوال کرتا ہے کہ میں عاجز آ جاتی ہوں۔"

"یہ بھی بچوں کی ذہانت کی نشانی ہے۔ چاہے یہ سو سوال پوچھے تمہیں ضرور جواب دینے چاہئیں۔" میری تنبیہ پر وہ مجھے گھورنے لگی تھی مگر اسی رات وائلڈ لائف سے متعلق ایک فلم دیکھتے ہوئے جب سعد میری گود میں تھا اور ہم بہت مگن ہو کر فلم دیکھ رہے تھے۔

"پاپا! یہ کیا ہے؟" سعد نے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یہ ایگل ہے۔"

"یہ کیا کر رہا ہے؟"

"یہ اڑ رہا ہے میری جان۔"

"پاپ..... یہ دوڑتا کیوں نہیں ہے؟" سعد کا ایک

اور سوال تیار تھا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"خاموشی سے فلم دیکھو سعد۔"

چند سیکنڈ تک فلم دیکھنے کے بعد وہ پھر سے اپنا سوال نامہ کھول کر بیٹھ گیا۔

"پاپا یہ کیا ہے؟"

"یہ ٹائیگر ہے بیٹا۔"

"یہ اڑتا کیوں نہیں ہے؟"

"کیوں کہ اس کے پر نہیں ہوتے۔" میں نے تحمل سے کہا تو وہ دھیمی سے بولا۔

"کیوں نہیں ہوتے؟"

میں گہری سانس لے کر بے بسی سے شہلا کو دیکھنے لگا جو میری حالت پر ہنس رہی تھی۔ پھر جتانے والے انداز میں بولی۔

"اگر یہ سو سوال بھی پوچھے تو تمہیں جواب دینے ہوں گے۔ یہ تمہارے لخت جگر کی ذہانت کا معاملہ ہے۔" اور میں بے اختیار ہنس دیا تھا۔ سعد کی آواز مجھے حال میں کھینچ لائی۔

"پاپا..... یہ کون ہے؟" وہ بہت مشکل سوال پوچھ رہا تھا جس کا جواب دیتے ہوئے میرا دل جیسے کسی شکنجے کی گرفت میں آ گیا۔

"یہ..... یہ تمہاری ماما ہے۔"

"نہیں تو....." اس نے پُرزور انداز میں سر کو دائیں بائیں ہلایا تھا۔ "ماما یہ تھوڑی ہیں۔"

"میں کہہ رہا ہوں نا۔ یہ ماما ہے۔"

"جھوٹ ماما کی تصویریں تو ہمارے بیڈروم میں لگی ہیں۔" وہ بے حد پُراعتماد بچہ تھا اور اسے سمجھانا کتنا مشکل تھا۔ یہ بھی میں جانتا تھا۔

"یہ تمہاری دوسری ماما ہیں۔"

"میری ماما کہاں ہیں؟ وہ کہہ رہی تھیں کہ گڑیا کو لے کر آ جائیں گی۔" اس کے معصومانہ سوال میرے اندر آگ لگا رہے تھے۔

"وہ بھی آ جائیں گی مگر بیٹا پہلے آپ کو اس والی ماما سے دوستی کرنا پڑے گی۔" میں اسے تو سمجھا رہا تھا مگر خود کو سمجھانا ایک بہت دقت طلب کام محسوس ہو رہا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا سب کچھ چھوڑ کر کہیں ویرانے میں نکل جاؤں۔

"پاپا..... میں بھی ماما کے پاس جاؤں گا۔"

اس نے کہا تو میرے دل کو کچھ ہونے لگا۔ میں نے اسے چوم لیا۔

"نہیں میری جان۔ ماما خود آئے گی یہاں۔" میں نے اسے بہلایا پھر اس کا دھیان بٹانے لگا۔ "ثناء کہاں ہے؟"

"اسے نئی ماما نے سُلا دیا ہے۔"

"بہنا اچھی ہے نا؟" میں نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر بولا۔ "لیکن وہ گندی بھی ہے پاپا' روتی ہے۔"

مجھے اس کے انداز پر بے اختیار پیار آ گیا۔ یہی ننھے وسیلے تو جینے کا بہانہ بن جاتے ہیں۔

"وہ میرے ٹوائز کے ساتھ کھیلتی بھی نہیں ہے۔" سعد نے شکایتی انداز میں کہا تو میں نے اسے سمجھایا۔

"ابھی تو بہنا چھوٹی ہے بیٹا....." پھر میں نے پوچھا۔ "ہوم ورک کیا ہے آپ نے؟"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کیوں نہیں کیا؟"

"ماما ہی نہیں اور آنی بھی نہیں ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو میں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

"میں ہوں نا میری جان۔ میں اپنے بیٹے کو خود پڑھاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ خوش ہو گیا تو میں نے کسٹرڈ والی پلیٹ اٹھائی۔

"چلو اب یہ کسٹرڈ ختم کر لو۔"

سعد نے اب آرام سے کسٹرڈ کھا لیا تھا۔

"کھانا بن گیا ہے' میں نے ٹیبل پر لگا دیا ہے۔" وہ ثنا کا فیڈر ہاتھ میں تھامے ذرا کی ذرا رُک کر بولی اور پھر

www.colorofbooks.com

سامنے والے بیڈروم میں چلی گئی جو پہلے مہمانوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ میں چند لمحوں تک خالی الذہن کیفیت میں بیڈروم کے بند دروازے کو دیکھتا رہا پھر گہری سانس لے کر میں نے سعد سے پوچھا۔

"کھانا کھاؤ گے؟"

"مجھے سونا ہے پاپا۔" وہ قدرے بسور کر بولا تو میں اسے گود میں لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"پاپا! کھانا کھالیں پھر چل کے سوتے ہیں' ٹھیک؟"

وہ بہت تابعداری سے میری بات مان گیا تو میں اسے لیے ڈائننگ ٹیبل پر آ گیا۔

جب سے شہلا مجھ سے بچھڑی تھی یہ پہلی رات تھی کہ سعد میرے پاس سو رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ نینا آپا کے پاس سوتا تھا اور اس سے پہلے وہ شہلا سے لپٹ کر سوتا تھا۔ کبھی کبھی میں بے حد جھنجلا جایا کرتا تھا۔

"یہ تو پکا رقیب ہے میرا۔"

میں نے اسے شہلا سے الگ کرنے کی کوشش کی ہی تھی کہ وہ نیند ہی میں "ماما' ماما" کی گردان کرتے ہوئے اس سے مزید چمٹ گیا۔ میرے سارے رومانٹک موڈ کا ستیاناس ہونے لگا جب کہ شہلا شرارت سے ہنستی مجھے چڑاتی رہی تھی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ سعد کے جاگنے کے دوران باتیں کرتے ہوئے بہت موڈ میں آ کر میں کبھی شہلا کے چہرے یا بالوں پر ہاتھ رکھتا تو درمیان میں لیٹا سعد آرام سے میرا ہاتھ تھام کر پرے کر دیتا تھا۔ تب میری بے بسی پر شہلا کی ہنسی نہیں تھمتی تھی۔

اور اب.....؟

میں نے اپنے پاس سوئے سعد کو خود سے مزید قریب کیا تو وہ مجھ سے یوں لپٹ گیا جیسے شہلا سے لپٹا کرتا تھا' تب اس کے وجود میں سے شہلا کی خوشبو کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے میری آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔ میں نے سعد کو بانہوں میں لے کر چوم لیا تھا۔

میں ناشتے کی میز پر پہنچا تو وہاں قدرے ہلچل سی مچی تھی۔ ثنا تو خاموشی سے اپنی پرام میں لیٹی تھی مگر سعد اور رائمہ کے درمیان کوئی کھٹ پٹ ہو رہی تھی۔

"کیا بات ہے سعد؟" میں تشویش سے کہتا کرسی گھسیٹ کر اس کے پاس بیٹھ گیا تو رائمہ قدرے جھلا کر بولی۔

"یہ آج اسکول نہیں جانا چاہ رہا۔" یہ اس کی براہ راست میرے ساتھ پہلی گفتگو تھی۔ میں اچٹتی نگاہ اس پر ڈالتا سعد کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیوں بیٹا..... اسکول کیوں نہیں جانا؟"

"پاپا! میں نہیں جاؤں گا۔" وہ منہ بسور کر بولا تھا۔

"مگر اچھے بچے تو اسکول جاتے ہیں۔" میں نے اسے بہلایا مگر وہ راضی نہیں ہوا تھا۔

"مگر بیٹا کیوں نہیں جانا؟"

"پاپا! اچھا نہیں لگتا۔" وہ یوں بولا جیسے میں اسے چھٹی کروا ہی لوں گا۔ میں نے اپنا رخ رائمہ کی طرف کیا جو اب ثنا کو فیڈ ردے رہی تھی۔

"ناؤ اٹس یور ڈیوٹی۔ بچوں کے تمام معاملات تمہیں دیکھنے ہیں۔ یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم انہیں کیسے ہینڈل کرتی ہو۔" وہ میری تقریر کے دوران بے تاثر چہرے کے ساتھ ثنا کے ساتھ مصروف رہی۔ سعد کا رونے کا پکا پروگرام دیکھ کر مجھے اسے چھٹی کی اجازت دینی ہی پڑی۔ میں خاموشی سے اپنے لیے کپ میں چائے نکالنے لگا۔

اگلے چند روز میرے لیے کافی اطمینان بخش تھے۔ سعد اب رائمہ سے بہت حد تک فری ہو چکا تھا۔ میں آفس سے آیا تو ٹی وی لاؤنج میں وہ بیٹھا رائمہ سے پڑھ رہا تھا۔ میرے دل میں اطمینان بھر گیا۔

"السلام علیکم پاپا۔" مجھے دیکھتے ہی سعد نے سلام کیا تو مجھے بہت خوش گن حیرانی نے گھیر لیا۔ میں نے وفور محبت سے اسے خود سے لپٹا لیا۔

"وعلیکم السلام میری جان..... کیا ہو رہا ہے؟"

"میں ہوم ورک کر رہا ہوں پاپا۔ پھر اس کے بعد ماما مجھے سینڈریلا کی اسٹوری سنائیں گی۔" وہ بہت خوش تھا۔ اس نے رائمہ کو ماں کہا تو مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگا مگر اور بہت سی ناگوار باتوں کی طرح مجھے یہ بھی برداشت کرنا پڑا۔

"یو آر اے گڈ بوائے۔" میں نے اسے پیار کیا تھا۔

"چلو اب جلدی سے اپنا ہوم ورک کمپلیٹ کرو۔"

میں رائمہ کی طرف متوجہ ہوا' جو سعد کی کتاب کے صفحے الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

"مجھے ایک کپ چائے دے دو۔"

یہ میرا ہمیشہ کا معمول تھا۔ گھر آتے ہی چائے کی طلب ہونے لگتی تھی۔ اس نے کتاب بند کر کے ایک نظر مجھے دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آئی ایم سوری۔ میں ذرا ثنا کو دیکھ لوں۔" وہ پُرسکون انداز میں کہتی کتاب ٹیبل پر رکھ کر چلی گئی تو میں چند سیکنڈز تک اسی پوزیشن میں بیٹھا رہ گیا۔ اس کا یہ رویہ اور انداز میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

ٹی وی دیکھتے ہوئے میں نے ایک نظر وال کلاک پر ڈالی جہاں سوئیاں پونے دس بجا رہی تھیں اور ابھی تک میں بھوکا بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے پہلے زیادہ سے زیادہ نو سوا نو بجے تک میں کھانے سے فارغ ہو چکا ہوتا تھا۔ بھوک کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے میں ٹی وی آف کر کے اٹھا تو سیدھا رائمہ کے بیڈروم کی طرف گیا۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر اندر سے کوئی جواب نہیں ملا تو میں نے ناب گھما کر دروازہ کھولا نائٹ بلب کی روشنی میں وہ مجھے بچوں کے ساتھ محو خواب دکھائی دی۔ لب بھینچتے ہوئے میں نے دروازہ بند کر دیا اور اپنے غصے کو دباتا کچن میں آ گیا۔ سنک میں پڑے برتنوں کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ خود کھانا کھا کر سوئی تھی۔ غصے میں الٹا سیدھا کھانا گرم کر کے کھایا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ خالی بستر دیکھ کر مجھے یاد آیا کہ سعد آج رائمہ کے پاس تھا۔ اب مجھے سعد کی عادت سی ہو گئی تھی اس لیے نیند آتے آتے بھی ایک بج گیا۔ سوتے ہوئے بھی میں نے یہی سوچا تھا کہ کل سے سعد کو اپنے ساتھ سلاؤں گا۔

اگلی صبح ایک نیا مسئلہ میرے سامنے تھا۔ میری وارڈروب میں ایک بھی دھلی ہوئی یا استری شدہ شرٹ نہیں تھی۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا تھا' ہر ہفتے کپڑے دھونے والی آ کر واشنگ مشین لگا کر گھر بھر کے کپڑے دھوتی تھی۔ میں نے وارڈروب کا اگلا دروازہ کھولا تو میرے تمام دھلے ہوئے کپڑے وہاں پڑے ہوئے تھے۔ مجھے رائمہ کی اس بے پروائی اور پھوہڑ پن پر شدید غصہ آیا۔ اتنا عیش و آرام دیکھ کر وہ ہڈحرامی پر اتر آئی تھی۔ رات کھانا نہ ملنے کا غصہ بھی عود کر آیا۔ میں یونہی پینٹ اور بنیان میں ملبوس باہر نکلا تو وہ یونی فارم میں ملبوس سعد کو ناشتا کراتے ہوئے ساتھ پتہ نہیں کیا کہانیاں سنا رہی تھی۔

"میرے کپڑے کہاں ہیں؟" میرے تیز لہجے پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔ پھر بہت عام سے انداز میں بولی۔

"پتہ نہیں۔"

"کیوں..... تمہیں کیوں پتہ نہیں؟" مجھے اس کے انداز پر شدید غصہ آیا تھا۔ "میری وارڈروب کا حال دیکھا ہے تم نے؟ ایک بھی کپڑا اپنے ٹھکانے پر نہیں ہے۔"

میری بات سن کر لحظہ بھر وہ خاموشی سے سعد کی طرف دیکھتی رہی جو میرے تیز لہجے سے خائف سا ہو گیا تھا۔ پھر میری طرف دیکھ کر کمال رسانیت سے بولی۔

"میں صرف بچوں کی گورنس ہوں۔"

اس کی بات میں جتانے کو بہت کچھ تھا۔ اول رات کو نینا آپی سے بولا گیا تمام مکالمہ میرے ذہن میں تازہ ہو گیا۔

"تم اس گھر میں ایک حیثیت سے رہتی ہو۔" میں بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کر رہا تھا۔

"مائنڈ یو سر..... میں اس حیثیت کی تمام ذمہ داریاں نبھا رہی ہوں۔" وہ بے حد اعتماد سے کہتی میرا سکون غارت کر گئی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لوئر مڈل

www.colorofbooks.com

کلاس کی لڑکی مجھ جیسے بندے کو یوں منٹوں بلکہ سیکنڈوں میں اُڑا سکتی ہے۔ وہ بڑے آرام سے مجھے جتا گئی تھی کہ وہ اس گھر میں صرف بچوں کے لیے لائی گئی ہے تو کام بھی صرف انہی کے کرے گی۔ بے حد سلگتی نگاہ اس پر ڈال کر میں کمرے میں آیا اور شدید غصے کے عالم میں کل والی شرٹ ہی پہن کر بال بنا کر چلا آیا۔

"چلو سعد....." میں نے سعد سے کہا۔ وہ اس کا لنچ باکس بیگ میں رکھتی اسے لنچ بریک میں لنچ کرنے کی تاکید کرتی' مجھے زہر سے بھی بُری کوئی چیز لگی۔ مجھے اس کی سعد اور ثنا سے محبت ایک کامیاب ڈرامہ لگ رہی تھی۔ میں نے ناشتا بھی نہیں کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی اسی نے تیار کیا تھا۔ سعد مجھ سے پہلے باہر نکلا تو میں نے جاتے ہوئے رک کر رائمہ پر طنز کیا۔

"یہ میز بھی سجانے کی کیا ضرورت ہوتی ہے۔"

وہ چائے کا کپ ساسر میں رکھتے ہوئے آرام سے بولی۔

"آئی ایم سوری مگر یہ مجبوری ہے کیوں کہ میں بھوکی نہیں رہ سکتی۔ اس میں اسپیشلی آپ کے لیے تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

اس کا یہی اطمینان اور اعتماد سے بھرا انداز میری رگوں میں انگارے دوڑا دیتا تھا۔

میں اس کو غریب گھرانے کی دبوسی لڑکی سمجھتا رہا تھا جسے میں اپنی مرضی کے مطابق ٹریٹ کرنا چاہتا تھا مگر وہ لحظہ بہ لحظہ مجھے حیران کرتی جا رہی تھی۔ وہ مجھ سے بات کرنے اور جواب دینے میں لحظہ بھر کو بھی نہیں ہچکچاتی تھی۔

لب بھینچے میں رُکے بغیر باہر نکل آیا۔

"پاپا! آپ ماما سے لڑ رہے تھے؟" سعد نے گاڑی میں بیٹھتے ہی سوال کیا تو میں فوراً مکر گیا۔

"نہیں تو....."

"آپ زور سے بول رہے تھے۔" وہ یقیناً میرے انداز سے خوف زدہ ہوا تھا۔ میں نے گھر میں کبھی اتنا غصہ کیا ہی کب تھا۔ میں نے اس کے سنجیدہ سے چہرے پر ایک نظر ڈالی پھر ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا۔

"وہ تو میں تمہاری ماما کو ڈرا رہا تھا۔" میری بات سن کر سعد نے نفی میں سر ہلایا پھر بولا۔

"ماما کہتی ہیں وہ کسی سے نہیں ڈرتیں' بس اللہ میاں سے ڈرتی ہیں۔ وہ مجھے بھی کہتیں ہیں کہ اللہ میاں سے ہی ڈرنا چاہیے۔"

چند ہی دنوں میں اتنے سے بچے پر رائمہ کا اتنا گہرا اثر دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہو رہی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ سعد بہت شارپ مائنڈڈ بچہ تھا مگر یہ بھی دکھائی دے رہا تھا کہ رائمہ اس پر پوری توجہ دے رہی تھی۔

"آپ ماما کو مت ڈرایا کریں۔ وہ بہت اچھی ہیں' وہ مجھے بہت سی اسٹوریز بھی سناتی ہیں۔"

وہ مجھے گویا تنبیہ کر رہا تھا اور چاہے وہ سعد پر کتنی ہی توجہ کیوں نہ دے رہی تھی' مجھے سعد کا یوں اس کی تعریف کرنا بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا مگر میں سعد کا شک دور کرنے کے لیے خوش دلی سے بولا۔

"اوکے باس....."

"پاپا! میں آپ کو وولف اینڈ لیمب کی اسٹوری سناؤں؟" اس نے فوراً فرمائش کی تو میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے بعد جب تک اسکول نہیں آ گیا' میں سعد کی خوب صورت اور معصومانہ گفتگو سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اترتے ہوئے اس نے مجھے کس کی تو میں نے اسے بانہوں میں بھینچ لیا۔

"آئی لو یُو مائی چائلڈ۔" میں خود اُتر کر اسے اسکول گیٹ تک چھوڑ کر آیا تو میری نگاہ دھندلانے لگی تھی۔

"شہلا تم ہوتیں تو....."

بے اختیار ہی میرے دل میں خواہش ابھری تو میں دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر گر سا گیا۔ تھکے تھکے انداز میں' میں نے اگنیشن میں چابی گھمائی تھی۔

"مگر تم ہوتیں تب نا۔" میرے دل کا آسمان ابر آلود ہونے لگا۔

رائمہ کو اس گھر میں آئے فقط ڈیڑھ ماہ ہوا تھا اور میں محسوس کرنے لگا تھا کہ سعد مجھ سے دُور ہوتا جا رہا ہے۔ سب دوست احباب اور رشتے دار خوش تھے کہ رائمہ نے بچوں کو اصل ماں جیسی محبت سے رام کر لیا ہے مگر میرے دل میں اس کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں بنا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دن بدن وہ میرے بچوں پر اپنا قبضہ جماتی جا رہی ہو اور مجھے نیچا دکھانا چاہ رہی ہو۔

تین' چار مرتبہ میں نے ناشتا آفس میں کیا اور لنچ اور ڈنر ہوٹل میں کر لیا مگر عادت نہ ہونے کی وجہ سے معدہ ڈسٹرب رہنے لگا تو میں خاموشی سے وہی کھانے لگا جو وہ بقول "اپنے لیے" پکاتی تھی مگر وہ میرے لیے کھانا نہیں نکالتی تھی۔ مجھے خود اپنے لیے نکالنا پڑتا تھا۔

"سعد! تم آج میرے پاس سوؤ گے۔"

وہ سعد کو بہلا پھسلا کر دودھ پلانے کے جتن کر رہی تھی' جب میں نے سعد سے کہا تو وہ فوراً دودھ کا گلاس پٹختے ہوئے بولا۔

"نہیں' میں ماما کے ساتھ سوؤں گا۔" میں سرد تاثرات لیے کھڑا رہا جب تک کہ سعد نے دودھ ختم نہیں کر لیا۔

"چلو سعد۔" میں نے اس کا بازو پکڑا تو وہ مچل گیا۔

"نہیں پاپا....."

"ضد نہیں کرو سعد....." میں نے اسے گود میں اٹھا لیا لیکن اس کا احتجاج ختم نہیں ہوا تھا۔

"ماما....." اس نے بلند آواز میں رائمہ کو پکارا تو وہ خاموشی سے ہمیں دیکھنے لگی۔

"میں پاپا کے پاس نہیں سوؤں گا۔"

سعد جتنا میرے پاس سونے سے انکار کر رہا تھا' اتنی ہی مجھے ضد ہو رہی تھی۔ اس کا رائمہ کے پاس سونا میری ہار تھی۔ کم از کم آج رات۔

"سعد نہیں چاہ رہا تو رہنے دیں۔"

اس کا کہنا مجھے چٹخا گیا۔

"یہ تمہارا معاملہ نہیں ہے۔" میں بہت سرد لہجے میں کہتا سعد کو اپنے کمرے میں لے آیا۔ اب اس نے رونا شروع کر دیا تھا۔

"کیوں رو رہے ہو یار؟" میں نے اسے بانہوں میں بھینچا تھا۔

"میں ماما کے پاس....." اس کی آنسوؤں سے بھری آنکھیں دیکھ کر مجھے اس پر پیار آنے لگا۔

"میرے پاس کیوں نہیں؟"

"آپ مجھے کوئی اسٹوری نہیں سناتے۔"

"پرامس' آج میں اپنے بیٹے کو بہت سی اسٹوریز سناؤں گا۔" میں نے وعدہ کیا تو اسے تب جا کر کہیں اطمینان ہوا۔

"سینڈریلا والی بھی' وولف اینڈ لیمب' ڈوو اینڈ بی اور ایلس اِن ونڈر لینڈ۔" ایک ہی سانس میں اس نے مجھے ڈھیروں عنوان بتا دیئے تو میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اسے بانہوں میں بھر کر لیٹتے ہوئے آج اتنے دنوں کے بعد مجھے بے حد سکون اور طمانیت کا احساس ہوا تھا۔

"پاپا اسٹوری سنائیں نا۔" وہ بے چین ہوا تو میں نے سینڈریلا کی کہانی سنانا شروع کر دی کہ کہانیوں کے معاملے میں' میں بالکل کورا تھا۔ یہ شاید واحد کہانی تھی جو سعد کے بتائے گئے "عنوانات" میں سے میں کچھ کچھ سُنا سکتا تھا۔ آدھی سے بھی کم کہانی سنانے کے بعد سعد کو تو نہیں' مگر مجھے نیند ضرور آنے لگی۔

"پاپا..... سنائیں نا۔" میری آواز مدھم پڑتے ہی سعد نے منہ اٹھا کر مجھے دیکھا تو میں بند ہوتی آنکھوں اور غنودہ آواز کے ساتھ پھر سے کہانی سنانے لگا۔

"جادوگرنی نے اپنی چھڑی گھمائی اور....."

"پاپا وہ جادوگرنی نہیں تھی۔" سعد نے مجھے بیچ میں ہی ٹوک دیا۔

"تو پھر جادوگر ہوگا۔" مجھے بھی اپنی یادداشت پر شک سا ہوا تو میں نے سعد کی حسبِ خواہش ترمیم کر دی مگر وہ اب بھی اختلاف کر رہا تھا۔ بہت ذہانت سے بولا۔

www.colorofbooks.com

"وہ فیری گاڈ مدر تھیں۔"

"اب سو جاؤ یار۔ صبح اسکول بھی جانا ہے۔"

"کل سنڈے ہے پاپا۔ اسٹوری سنائیں نا۔" وہ سخت بدمزہ ہو رہا تھا مگر مجھے سوتے میں بولنے کی عادت نہیں تھی اس لیے میرا کہانی سنانے کو ذرا سا بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ مجھے رائمہ پر غصہ آنے لگا جس نے سعد کو یہ بُری لت ڈال دی تھی۔

"سعد سو جاؤ اب‘ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا تو وہ چپ ہو گیا۔ میں نے بھی اطمینان سے آنکھیں بند کر کے خود کو نیند کے دھاروں پر چھوڑ دیا مگر تھوڑی دیر کے بعد مجھے ہلکی ہلکی سسکیوں نے ڈسٹرب کر دیا۔ کسی خیال کے تحت میں نے سعد کو خود سے الگ کیا تو وہ رو رہا تھا۔ میرے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"کیا ہوا سعد۔"

"میں ماما کے پاس جاؤں گا۔"

میں لب بھینچ کر رہ گیا مگر دوسرے ہی پل میں نے مسکرا کر اسے اجازت دے دی۔

"او کے بیٹا‘ مگر پہلے چپ کرو۔ آنسو صاف کرو۔"

اس نے فوراً ہتھیلیوں سے آنکھوں کو رگڑ ڈالا تو میں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"پاپا! میں جاؤں؟"

"ہاں بیٹا۔" میرے اندر سے گہری سانس خارج ہوئی تھی۔ وہ بہت خوشی خوشی اتر کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ سعد کے رویے نے ایک بار پھر مجھے بہت شدت سے احساس دلایا کہ بچے مجھ سے دُور ہو رہے تھے اور اس کی وجہ صرف اور صرف رائمہ تھی۔ وہ اس طرح شاید بلکہ یقیناً میرے رویے کا بدلہ لے رہی تھی جو میں نے اول روز سے اس کے ساتھ روا رکھا تھا۔

اگلے روز چھٹی تھی۔ میں بھی معمول سے ذرا لیٹ ہی بیدار ہوا۔ ابھی میں فریش ہو کر باہر آیا ہی تھا کہ رائمہ کی والدہ اور دونوں بہنیں چلی آئیں۔

"السلام علیکم۔" میں اس کی امی کے سامنے قدرے جھکا تو انہوں نے میرے شانے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مجھے دعا دی۔ رائمہ سے چھوٹی حرا اور حنا تھیں اور جہاں تک میں نے اندازہ لگایا تھا‘ دونوں ہی بہت شوخ اور چلبلی سی تھیں۔

"کیسے ہیں بھائی جان آپ؟" حرا میری طرف متوجہ تھی میں بس مسکرا دیا۔

"کتنی کیوٹ ہو گئی ہے نا یہ۔" حنا نے فوراً ثنا کو گود میں لے لیا تھا۔

"چہ...... حنا ذرا ٹھہرو تو‘ اسے فیڈر تو پی لینے دو۔" رائمہ جھنجلائی تھی۔

"اوفوہ باجی...... لائیں میں پلا دیتی ہوں نا۔" اس نے رائمہ کے ہاتھ سے فیڈر لے لیا تھا۔

"ایک تو یہ ہماری باجی جو ہیں نا یہ سمجھتی ہیں کہ یہی بس ایک ہی ہیں بچوں سے محبت کرنے والی۔" وہ ہنستے ہوئے مجھے بتا رہی تھی۔

"جاؤ ناشتہ لے آؤ۔"

میں نے بہت وقت پر تحکمانہ انداز میں کہا تو وہ میرا انداز سمجھ کر ٹھٹک گئی پھر رسان سے بولی۔

"یہ لوگ تو ناشتہ کر کے آئے ہیں‘ کیوں امی جی۔"

"ہاں بیٹا۔ اب تو کافی دیر ہو رہی ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو میں بولا۔

"مگر میں تو ابھی اٹھا ہوں۔"

"تو بیٹا آپ ناشتا کرو۔" انہوں نے کہا تو میں نے دیکھا کہ رائمہ مجھے نظر انداز کیے حنا سے باتوں میں مصروف تھی۔

"بھائی جان! اگر آپ پسند کریں تو میں آج آپ کو ناشتا بنا دوں؟" حرا کی پیشکش مجھے بُری نہیں لگی تھی‘ یوں بھی رائمہ کے ہاتھ سے بنا کچھ کھانے سے بہتر تھا کہ کہیں اور سے کھا لیا جائے۔

"سعد کہاں ہے؟" اس کی امی نے پوچھا تو وہ بولی۔

"وہ ابھی سو رہا ہے۔ میں نے بھی نہیں اٹھایا کہ آج چھٹی کا دن ہے۔"

ذرا سی دیر میں حرا میرے لیے گرما گرم پراٹھا اور خوشبودار آملیٹ لیے حاضر تھی۔ ساتھ ہی گرم چائے کا کپ۔

اتنے دنوں کے بعد اس پُرتکلف سے ناشتے نے میری ساری کلفت دُور کر دی۔ ہر نوالے پر مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں مدتوں سے اس ذائقے کو ترس رہا تھا۔ جبھی تو انڈہ اور پراٹھا بھی مجھے بہت "پُرتکلف" لگ رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں سعد بھی اٹھ کر رائمہ کو ڈھونڈتا وہاں آ گیا تو مجھے شدت سے احساس ہوا کہ اب سعد نے میری پروا کرنا بہت کم کر دی تھی۔ رائمہ اس کے سامنے ہوتی یا نہیں‘ وہ ہر وقت ماما‘ ماما کی رٹ لگائے رکھتا تھا۔

اپنی ماں اور بہنوں کے جانے کے بعد وہ سعد کو لے کر کچن میں گھس گئی جب کہ ثنا وہیں میرے قریب پرام میں لیٹی انگوٹھا منہ میں تھامے ہاتھ پاؤں مارتی خود ہی خوش ہو رہی تھی۔ کافی دیر تک میں اس کی قلقاریوں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

اسی اثنا میں کھانے کی پُراشتہا خوشبو پورے گھر کو معطر کرنے لگی۔ جانے وہ کیا پکا رہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی سعد سے باتیں کرنے کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ انہی چٹکی چپڑی باتوں سے تو اس نے سعد کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ میں کلس کر رہ گیا۔ جبھی اس کی زوردار چیخ نے میرے تمام حواس کو جھنجھنا کر رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی سعد کے رونے کی آواز گونجی تو میں لمحے کے ہزارویں حصے میں بھاگتا ہوا کچن میں پہنچ گیا۔

"کیا ہوا...... کیا ہوا ہے سعد کو؟" میں متوحش تھا۔ کوکنگ رینج کے چولہے کے بالکل ساتھ کچن کاؤنٹر پر بیٹھے سعد کو میں نے جھپٹ کر اٹھا لیا جو بدستور رو رہا تھا۔ اس دوران میں نے رائمہ پر بالکل بھی توجہ نہیں دی تھی جس کی رنگت زرد پڑ رہی تھی۔

"کیا ہوا سعد......؟" میں نے سعد کو پچکارا تو وہ آنکھیں مسلتا ہوا معصومیت سے بولا۔

"ماما جل گئی ہیں پاپا۔"

میں بے تحاشا چونک کر اس کی طرف پلٹا‘ وہ سنک کا نل کھولے پانی کے نیچے ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔

میں نے اس سے کوئی ہمدردی جتائے بغیر کڑاہی میں براؤن ہوتی مچھلی کا پیس چمچے میں اٹھا کر پلیٹ میں رکھا اور برنر آف کر دیا۔

"انسان اس کام میں ہاتھ ہی کیوں ڈالے جو کرنا نہ آتا ہو۔ اور ویسے بھی آدمی کو اس کی نیت کی جزا اور سزا ملتی ہے۔"

میں نے با آواز بلند کہا تو سعد کی سسکیاں پھر سے بلند ہونے لگیں۔ وہ یقیناً ڈرا ہوا تھا۔

"پاپا آپ مجھے ماریں گے؟"

"نہیں میری جان‘ آپ نے بھلا کیا کیا ہے۔" میں اسے پچکارتے ہوئے کچن سے نکلنے لگا تو وہ اسی انداز میں بولا۔

"پاپا میں نے ماما کے ہاتھ پر چمچہ رکھا تو وہ گرم تھا۔"

کچن کی چوکھٹ پر ہی میرے قدم جم گئے تھے۔ میں بلا ارادہ ہی واپس گھوم کر رائمہ کو دیکھنے لگا جو دراز میں سے برنال نکال کر اپنے بے تحاشا سرخ ہوتے ہاتھ کی پشت پر لگا رہی تھی۔

"تو یقیناً آپ کی "ماما" نے آپ کو مارا ہو گا۔" میں نے چبا چبا کر حروف ادا کیے تھے‘ جہاں وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی وہیں سعد نے روتی آواز میں بتایا۔

"نہیں پاپا‘ ماما نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ انہیں درد ہوا تو میں ڈر گیا تھا۔"

کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے مصداق میں خجل سا ہو کر سعد کو لیے کچن سے نکل آیا۔

"اٹس ویری بیڈ سعد۔ اتنی بری حرکت کی ہے تم نے۔" میں نے سعد کو سرزنش کی تو وہ پھر سے رونے والا ہو گیا۔

"میں ماما کو سوری بول دوں گا۔"

www.colorofbooks.com

"اٹس اوکے۔ میں اپنے بیٹے سے بالکل بھی ناراض نہیں ہوں۔" وہ فرائیڈ فش کی پلیٹ لیے خوش گوار انداز میں کہتی چلی آئی تو سعد فوراً میری گود سے اتر کر اس کے پاس چلا گیا۔

"آئم سوری ماما۔" وہ اس کے جلے ہوئے ہاتھ کا جائزہ لیتے ہوئے اسی کا پڑھایا ہوا سبق دہرا رہا تھا۔

"اوفوہ' بھئی تمہاری ماما بہت بہادر ہے۔ اتنی چھوٹی سی چوٹ سے اسے کچھ نہیں ہوتا۔ تم یہ فش کھاؤ اور بتاؤ کہ ماما نے کیسی بنائی ہے۔" اس کے انداز سے اس کی تکلیف کا ذرا بھی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ سعد کو پیار کرتی اس کے منہ میں نوالے بنا کے رکھتی وہ مجھے بہت چال باز محسوس ہوئی۔

بھلا کوئی کسی کے بچوں سے اتنی محبت کیسے کر سکتا ہے۔ وہ بھی اس شخص کے بچوں سے جو آپ کو ایک نوکر سے بڑھ کر حیثیت دینے کو تیار نہ ہو۔ اس پر مستزاد سوتن کے بچے ہوں تو کیا ہی کہنا۔

میں بھی اب موقع کی تلاش میں تھا کہ اس کا اصل چہرہ کب سامنے آتا ہے۔

○.....○.....○

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہوا تو بھاگتی دوڑتی زندگی ایک پرسکون سے ٹھہراؤ کا شکار ہو گئی۔

"بیٹا! یہ اپنی ماما کو دے کر آؤ۔" میں نے سعد کو ایک چٹ دے کر بھگایا' جس پر میں نے صاف لفظوں میں لکھا تھا کہ سحری کے وقت وہ مجھے بھی جگا دے۔ اب براہ راست تو یہ استدعا میں اس سے کر نہیں سکتا تھا سو یہی طریقہ مجھے مناسب لگا۔

میں نیند کا اس قدر بُرا تھا کہ شہلا مجھے بیسیوں بار جھنجوڑ کر اُٹھاتی تھی تب کہیں جا کر میں سحری کے لیے اٹھ پاتا تھا ورنہ تو شاید کبھی روزے رکھ ہی نہ پاتا۔

مجھے توقع تھی کہ وہ سحری کے وقت مجھے ضرور جگا دے گی مگر یہ میری بھول تھی یا شاید بہت بڑی خوش فہمی۔

ایک نہایت کرخت بلکہ مکروہ سی آواز مجھے گہری نیند سے جگانے کا سبب بنی۔ پہلے تو میں بے ترتیبی سے دھڑکتا دل لیے چت لیٹا اندازہ لگاتا رہا کہ کہیں یہ صور اسرافیل تو نہیں پھونکا جا رہا مگر بہت جلد مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ عین میرے تکیے کے پاس رکھے گئے ٹائم پیس کے الارم کی آواز تھی جو وہ یقیناً مجھے جگانے کی غرض سے رات کے کسی پہر لگا گئی تھی۔ میں نے جھنجلا کر الارم بند کیا اور اٹھ بیٹھا۔

ایک مسلسل کوفت نے مجھے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

مجھے یاد آنے لگا شہلا کتنی محبت سے اور دلفریب انداز میں مجھے جگایا کرتی تھی کبھی تو میں اسے کتنے ہی چکر لگوایا کرتا تھا مجھے جگانے کے لیے اور آج..... میں سر جھٹک کر رہ گیا۔ لائٹ آن کرنے پر مجھے اپنے تکیے کے پاس ایک فل اسکیپ کاغذ بھی رکھا دکھائی دیا تو میں نے بے اختیار اٹھا کر اس پر نگاہ دوڑائی۔

"سحری کا وقت ہو گیا ہے' آ کر سحری کر لیں۔"

میرے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔

یہ لڑکی خود کو پتہ نہیں کیا سمجھتی تھی۔ جیسے میں اس کے پیچھے پڑا ہوا ہوں اور وہ مجھے مسلسل نظر انداز کر رہی ہو۔

مجھے درحقیقت غصہ آیا تھا۔ فریش ہو کر میں کچن میں آیا تو وہ چولہے پر مصروف عمل تھی۔ ایک نظر مجھے دیکھ کر سرسری انداز میں بولی۔

"آپ کا ناشتا میں نے لاؤنج میں ٹیبل پر رکھ دیا ہے۔"

وہ یقیناً اپنی "کارگزاری" کی آواز سن چکی تھی اور جانتی تھی کہ میں بہت اچھی طرح بے دار ہو چکا ہوں۔ میں اس کے مالکانہ انداز پر اندر ہی اندر سلگتا ٹی وی لاؤنج میں چلا آیا۔

ٹی وی آن کر کے سحری کی نشریات سے بہرہ ور ہونے کی ساتھ ساتھ میں سحری سے بھی لطف اٹھا رہا تھا جب وہ بھی وہیں چلی آئی۔

مجھے اس کے اعتماد پر بے حد حیرت ہوئی۔ اس نے اسی ٹیبل پر بیٹھ کر میرے ساتھ سحری کھائی تھی۔

سحری کا وقت ختم ہونے کے چند منٹ بعد اذان ہوئی تو میں انگڑائی لیتا اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھی میری تقلید میں اٹھی تھی۔ میں نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ اطمینان سے بولی۔

"آپ نماز کے لیے جا رہے ہیں نا' میں گیٹ بند کر لوں گی پھر مجھے بھی نماز پڑھنا ہے۔"

"تمہیں اتنی فرمانبرداری دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جا کے اپنی نماز پڑھو' میں سونے جا رہا ہوں۔"

"دیکھیں پہلا روزہ ہے....." وہ مجھے سمجھانے والے انداز میں بولی تو میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تمہارا پہلا ہوگا۔ میں بہت بار رکھ چکا ہوں۔ مجھے صبح جلدی آفس جانا ہے۔" تنک کر کہتا میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اللہ میاں سے معافی مانگنے کے بعد مجھے سونے میں صرف چند منٹ ہی لگے تھے مگر صبح اندازہ ہوا کہ نماز کی کوئی معافی نہیں ہے۔

پورے ساڑھے دس بجے میری آنکھ کھلی تھی۔ وہ بھی یوں کہ باہر گیٹ پر کوئی مسلسل بیل دے رہا تھا۔

"اوہ گاڈ....." وال کلاک پر نظر پڑتے ہی میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ آج ایک نئے بزنس کلائنٹ کے ساتھ میری بہت اہم میٹنگ تھی اور میں پورا ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ تھا۔

وہ دودھ والے سے دودھ لے کر کچن میں رکھ کے آئی۔ اتنی دیر تک میں بہت تحمل سے اس کا انتظار کرتا رہا پھر اس کے سامنے آئی ہی جیسے پھٹ پڑا۔

"ٹائم نہیں دیکھا تم نے' اتنا نہیں ہوا کہ مجھے جگا ہی دو۔"

"آپ اپنی مرضی سے سوئے تھے اور مجھے کب کہا تھا آپ نے جگانے کے لیے۔ اور پھر اس بار آپ نے چٹ بھی تو لکھ کر نہیں بھجوائی تھی۔" وہ ذرا بھی نہیں دبی تھی۔ مجھے اور غصہ آنے لگا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ آج مجھے جلدی آفس جانا ہے۔"

"تو چلے جاتے۔ میں نے کب آپ کو روکا ہے۔"

پھر وہی تمسخر اڑاتا انداز۔ میری رگوں میں شرارے دہکنے لگے۔ پانچ فٹ چار انچ کی وہ نازک سی لڑکی مسلسل میرا بی پی لیول بڑھا رہی تھی۔

میں سر جھٹکتا پاؤں پٹختا کمرے میں چلا آیا۔ کچھ بھی تھا' اب مزید دیر کرنا دانش مندی کی بات ہرگز نہیں تھی۔ کیا پتہ معاملہ ہاتھا آ ہی جاتا۔

میرے پرسنل سیل پر نینا آپا کی کال آئی تو جیسے میرے اندر کے غبار کو باہر نکلنے کا موقع مل گیا۔

"پتہ نہیں کیا مصیبت میرے سر پر مسلط کر گئی ہیں آپ نینا آپا۔ وہ صرف اور صرف میرے بچوں کو مجھ سے چھین رہی ہے۔"

"بکو مت شیری۔" انہوں نے بلا تردد مجھے جھاڑ دیا تھا۔ "تمہاری ساری بکواس کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہونے والا۔ میری شہلا کی آنٹی سے بھی بات ہوئی تھی۔ وہ بھی رائمہ سے بہت خوش ہیں اور اس کی معترف بھی کہ اس نے دونوں بچوں کو بہت اچھے طریقے سے سنبھال رکھا ہے۔"

"مگر آپا' بچے دن بدن مجھ سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ سعد تو جیسے اب مجھے پہچانتا بھی نہیں۔" میرے دل کا درد زبان پر آ گیا تھا۔ اور واقعی کچھ ایسا ہی معاملہ تھا۔

ثنا کو یوں بھی وہی سنبھالتی تھی اوپر سے سعد بھی ہمہ وقت پروانہ بنا اس کے گرد منڈلاتا رہتا تو میں خود کو ایک دم سے اکیلا اور قابل رحم تصور کرنے لگتا تھا۔

"یہ تنہائی خود تمہاری اپنی چنی ہوئی ہے شیری۔ میں نے اتنی اچھی لڑکی کو تمہارا جیون ساتھی بنایا اور تم نے اس کی عزتِ نفس کو روند کے رکھ دیا تھا مگر حوصلہ دیکھو اس کا پھر بھی تمہارے بچوں کو سر آنکھوں پر بٹھا رہی ہے۔" نینا آپا بہت سنگدل ہو رہی تھیں۔

"بھول ہے آپ کی۔ یہ دس لاکھ کے حق مہر کا کمال ہے اور اس گھر کا جس میں رہنے کا وہ صرف خواب ہی

www.colorofbooks.com

دیکھ سکتی تھی۔ ''میں نے بھی لگی لپٹی رکھے بغیر کہہ دیا تو جواباً نینا آپا نے مجھے خوب بُرا بھلا کہہ کر میری ایک بھی بات مزید سنے بغیر فون بند کر دیا تو میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔

O......O......O

''میں کچھ نہیں جانتا' تم ہر حال میں بھابھی اور بچوں کو لے کر افطار پہ آ رہے ہو' بصورت دیگر فضہ کو جانتے ہو تم۔''

عمر مجھے فون پر دھمکا رہا تھا مگر میں کسی طور پر ہامی بھرنے کو تیار نہیں تھا۔ بھلا میں اس غرور میں چُور لڑکی کو کہیں کیسے لے جا سکتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ کس حیثیت سے؟ جب کہ یہ دعوت نامہ مسٹر اینڈ مسز شہرام کے نام تھا۔

''کیا ہے یار عمر۔ پتہ ہے نا روزے کی حالت میں میرا کہیں آنے جانے کو جی نہیں چاہتا۔'' میں نے بودا سا بہانہ بنایا جسے وہ بہت غصے سے رد کر گیا۔

''بہت خبیث ہے تُو' اب روزے میں میری زبان گندی مت کروا۔ پہلے تو جیسے کبھی ہمارے ساتھ افطار کیا ہی نہیں نا۔''

مجھے یاد آیا کہ پچھلے سال کتنے ہی روزے میں نے شہلا کے ساتھ اسی کی طرف افطار کیے تھے۔

''اوکے...... بیوی تو رعب میں آتی نہیں' سارا غبار لے کے مجھ پر نکال دیا۔ آ رہے ہیں ہم شام میں۔'' میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا تو اس کا موڈ ٹھیک ہونے میں بھی دیر نہیں لگی۔

وہ لاؤنج میں بیٹھی سعد کو تیسرا کلمہ یاد کروا رہی تھی۔

''پاپا! میں آپ کو نماز سناؤں؟'' مجھے دیکھتے ہی سعد نے بڑے تفاخر سے کہا تو میں تحیر میں مبتلا ہونے لگا۔

وہ ماشاء اللہ سے چار سال کا ہو چکا تھا اور کافی سے زیادہ ذہین بھی تھا مگر میرا نہیں خیال تھا کہ اسے زبانی نماز کا کلام یاد ہوتا مگر اگلے پل میرے اس خیال کی نفی ہو گئی۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹے تعوذ اور تسمیہ کے بعد بڑے خوب صورت لب و لہجے میں نماز کے کلمات سنا رہا تھا۔ میرا دل چاہا میں اپنے بچے کو اٹھا کر آنکھوں میں چھپا لوں۔ دل میں رکھ لوں۔

نماز کے بعد اس نے اسی جوش و خروش کے ساتھ مجھے تینوں کلمے بھی سُنائے تھے۔ میں نے بے ساختہ اسے چوم کر سینے سے بھینچ لیا۔

تب پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ وہ میرے بچوں پر بہت توجہ دے رہی تھی' صاف ستھری سی ثناء اس وقت اس کی گود میں سو رہی تھی۔

''تھینک یو رائمہ۔''

پتہ نہیں کس رو میں' میں اس سے کہہ بیٹھا۔ جواباً اس نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''اب اتنی آسائشیں دے رہے ہیں' دس لاکھ حق مہر لکھ رکھا ہے' اتنا تو حق بنتا ہی ہے میرا کہ میں ان بچوں پر ٹھیک سے توجہ دے سکوں۔''

وہ کہہ کر وہاں رکی نہیں تھی۔ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی جب کہ میں اس کے عجیب سے لہجے پر غور کرتا رہ گیا۔

اب شام کو عمر کی طرف افطار پارٹی کا بھی مسئلہ آن پڑا تھا۔ میں ابھی تک رائمہ کو اس دعوت نامے کے بارے میں نہیں بتا پایا تھا۔

خود پر بہت جبر کرتے ہوئے میں اس کے کمرے تک آیا تھا۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر میں اندر داخل ہوا تو وہ ثنا کو ساتھ لیے بہت ریلیکس سی بستر پر دراز تھی۔ مجھے دیکھ کر ہڑبڑا کر اٹھی تو میں بھی حد درجہ خجل سا وہیں رک گیا۔

اتنی بے تکلفی تو تھی نہیں کہ یوں اس کے بیڈروم میں گھس آتا۔

''وہ...... عمر کا فون آیا تھا' افطار پارٹی دے رہا ہے ہمیں۔'' میں نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھتے ہوئے مختصراً اپنی آمد کی وجہ بتائی تو وہ حیران ہو کر پوچھنے لگی۔

''مجھے بھی' وہ کس حیثیت سے؟'' مجھے اس کی حیرت میں چھپا طنز صاف محسوس ہو گیا تھا۔

''فضول باتیں مت کرو اور ساڑھے چار بجے تک تیار ہو جانا۔ بچے بھی جائیں گے۔'' میں سختی سے کہتا واپس پلٹ گیا۔ مجھے پتہ تھا کہ نرمی دکھانے پر وہ مزید طنز کے تیر چلانے سے باز نہیں آئے گی۔

نتیجہ حسب توقع رہا۔ وہ پورے وقت پر بچوں سمیت بالکل تیار تھی۔ صاف ستھرا سا سعد بالوں کو سلیقے سے سنوارے مجھے بہت سکون پہنچا رہا تھا۔ تبھی وہ ثنا کو بانہوں میں سنبھالتی اندر سے برآمد ہوئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ میں بہت حسن پرست رہا ہوں' مجھ جیسے لاابالی کو پہلے پہل شہلا کے حسن نے اور بعد میں اس کی محبت نے اپنا اسیر کیا تھا۔ اور اس وقت جو میں رائمہ کو دیکھ کر ٹھٹکا تھا تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ سرخ و سفید امتزاج کے لباس میں ہلکی پھلکی سی جیولری اور صرف لپ اسٹک کے ہلکے سے کوٹ ہی نے اس کی عام سی شکل و صورت کو دیکھنے کے قابل بنا دیا تھا۔ سو میں بلا ارادہ و بے اختیار اسے دیکھے گیا۔ یقیناً وہ میری گہری نظروں کے ارتکاز ہی سے کسمسائی تھی۔

''چلیں۔'' اس نے مدھم آواز میں کہا تو میں جیسے کسی گہرے خواب سے بے دار ہوا اور پھر اپنی اس بے اختیاری پر میں سارے راستے دل ہی دل میں خود کو ملامت کرتا رہا۔

عمر اور فضہ بھابھی نے ہمارا بہت گرم جوشی سے استقبال کیا تھا۔ میں نے نوٹ کیا کہ وہ دونوں مجھ سے زیادہ رائمہ کو اہمیت دے رہے تھے۔

''بھئی رائمہ' یہ دونوں شہری سے زیادہ تمہارے بچے لگنے لگے ہیں۔'' فضہ بھابھی نے سعد اور ثنا کی اس سے اٹیچ منٹ دیکھ کر متاثر ہوتے ہوئے کہا تھا۔

''اس سے اچھا کوئی فیصلہ تم زندگی میں نہیں کر پاؤ گے شیری۔''

عمر مجھے سراہ رہا تھا یا رائمہ کو' مجھے ٹھیک طرح سے اندازہ نہیں ہو پایا۔ وہ ثناء کو میری گود میں دیئے فضہ بھابھی کے ساتھ دوستی گانٹھے کچن میں گھسی ان کی مدد کروا رہی تھی۔ اور جتنا اس کا سب پر اچھا امپریشن پڑ رہا تھا اتنا ہی میں اس سے چڑتا جا رہا تھا۔ یہ لڑکی شہلا کو مسلسل بیک گراؤنڈ میں دھکیل کر سب کی نظروں میں اپنی پوزیشن بنانے کی کوشش کر رہی تھی جو میں کسی صورت نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

''یار روبری لگی شہری' تمہاری بیوی ایک مستند کک بھی ہے' منٹوں میں اس نے کتنی ہی نئی چیزیں تیار کی ہیں۔'' فضہ بھابھی بہت پرجوش تھیں۔

''یہ خود بھی بڑی چیز ہے۔'' میں کہہ تو نہیں پایا مگر بظاہر مسکراتے ہوئے اندر ہی اندر سوچ رہا تھا۔

افطار کے بعد کھانے کے دوران وہ ثناء اور سعد کو اتنے ایزی انداز میں سنبھال رہی تھی جیسے وہی ان کی ماں ہو اور انہیں ہمیشہ سے سنبھالنے کی عادی ہو۔ اپنے دو بچوں سے تنگ آئی فضہ بھابھی اسے رشک سے دیکھ رہی تھیں۔ اس کی یہ آؤ بھگت اور واہ واہ ہوتی دیکھنا اب میرے بس میں نہیں رہا تھا۔ اس دلچسپ محفل سے میرا دل اُکتانے لگا تو پھر میں عمر اور فضہ کے بے حد اصرار پر بھی نہیں رُکا۔

''صبح آفس جانا ہے' بچوں کو بھی نیند آ رہی ہے' تھک گئے ہیں۔'' میرا ایک ہی بہانہ تھا جو قدرے سچ بھی تھا۔

نو بج چکے تھے' ثناء تو ابھی کھیل رہی تھی مگر سعد کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں۔ سو ان لوگوں کو اجازت دیتے ہی بنی۔

''کیا ضرورت تھی اتنا فری ہونے کی۔ جیسے اپنے گھر میں پھر رہی تھیں۔'' میں نے گاڑی کے مین روڈ پر آتے ہی سختی سے کہا تو گود میں لیٹے سعد کو تھپکتی وہ تحیر سے مجھے دیکھنے لگی مگر جب وہ بولی تو اس کا انداز بلا کا پرسکون تھا۔

''آپ مجھ پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتے ماسوائے بچوں کی ذمہ داری کے۔''

''ہاں...... بچوں کی ذمہ داری۔'' میں نے تمسخرانہ

www.colorofbooks.com

انداز میں کہتے ہوئے سر جھٹکا تھا۔ ''اور تمہیں شاید یہ سن کر بالکل بھی خوشی نہیں ہوگی کہ اس میں بھی تم کچھ خاص کارگزاری نہیں دکھا رہیں۔ ماسوائے میرے بچوں کو مجھ سے دُور کرنے کے۔''

اس بار میں اسے شاکڈ کرنے میں کامیاب رہا تھا۔ وہ حیرت سے پوری آنکھیں کھولے مجھے دیکھنے لگی مگر یہ صرف چند لمحوں ہی کی بات تھی پھر اس کی حیرت پر تاسف غالب آنے لگا۔

''میں صرف اتنا ہی کہوں گی کہ مجھے آپ کی سوچ پر بہت افسوس ہے۔'' وہ بے حد سنجیدگی سے بولی تو میں اس پر ایک تنفر بھری نگاہ ڈال کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ اس وقت مجھے ایک لمحے کو بھی خیال نہیں آیا تھا کہ وہ میرے دونوں بچوں کو اپنی گود میں لیے بیٹھی تھی۔

اگلے کئی دن بہت آہستگی سے گزر گئے۔

اور پھر شاید قدرت نے مجھے اس کا اصل رُوپ دیکھنے کا موقع دے ہی دیا۔

طبیعت میں بوجھل پن محسوس کرتے ہوئے میں آفس سے بہت جلدی اٹھ آیا تھا۔ کوریڈور میں داخل ہوتے ہی مجھے لاؤنج کے سرے پر ایک ناقابل یقین منظر دکھائی دیا۔

وہ بے حد غصے میں سعد کو شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑ رہی تھی۔

''انتہائی گندے بچے ہو تم، جن والے کمرے میں بند کروں گی تمہیں بلکہ اوپر والے اسٹور روم میں۔'' اسے مسلسل سوری کہتے ہوئے سعد ہچکیاں بھرتے ہوئے رو رہا تھا مگر اس ظالم کو اس معصوم بچے پر ذرا بھی ترس نہیں آ رہا تھا۔

میں جیسے اُڑتا ہوا اس تک پہنچا۔ اس کا بازو تھام کر ایک جھٹکے سے سعد کو اس کی گرفت سے آزاد کرایا۔ وہ مجھے غیر متوقع طور پر سامنے پا کر یقیناً ششدر رہ گئی تھی۔

مگر میں شدید مشتعل تھا۔ میرا ہاتھ بے اختیار ہی اس پر اُٹھ گیا۔ وہ لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹی تھی۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے بچے سے ایسا گھناؤنا سلوک کرنے کی۔'' میں غرایا تھا۔

اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔ آنکھوں میں نمی لیے اس کے لب کچھ کہنے کی کوشش میں تھرتھرائے مگر پھر وہ کچھ کہے بغیر بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میں اپنے اُبلتے دماغ پر قابو پاتا سعد کو سینے سے لگائے پچکارنے لگا مگر اس ظالم عورت نے جانے اسے کتنا ٹارچر کیا تھا کہ وہ روئے جا رہا تھا۔

میں تھوڑی دیر یونہی اسے پیار سے سہلاتا اور تھپکتا رہا، اس کے بعد اسے ساتھ لیے گھر سے نکل آیا۔ بچے ہی تھا، اسے بہلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ قریبی پارک میں آئس کریم دلا کر اسے جھولے پر بٹھایا تو وہ سب کچھ بھول کر دوسرے بچوں کی طرح کھل کھلانے لگا۔ اسے جھولے پر چھوڑ کر میں سامنے ایستادہ سنگی بینچ پر جا بیٹھا۔ ایک تو طبیعت پہلے ہی مالش کر رہی تھی، اوپر سے رائمہ کی حقیقت نے مزید بدمزگی پیدا کر کے سر میں درد شروع کر دیا تھا۔

سعد کا رونا، اس کی سرخ ہوتی آنکھیں، رائمہ سے بار بار سوری کہنا، کچھ بھی تو مجھے چین لینے نہیں دے رہا تھا۔ میرا جی چاہ رہا تھا میں جا کر رائمہ کو شوٹ کر دوں۔

کس قدر ڈرامہ باز عورت تھی وہ۔ اتنی کامیابی سے سب پر اپنا امیج بنائے ہوئے تھی۔

مگر اب یہ بات تو طے تھی کہ میں کسی طور بھی اسے اپنے گھر میں رکھنے والا نہیں تھا۔ مجھے ایک تسلی یہ بھی تھی کہ جلد ہی اس کی پول کھل گئی تھی ورنہ تو شاید وہ میرے بچوں کو ذہنی مریض بنا دیتی۔

میں نے رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا۔ افطار میں کچھ ہی وقت باقی تھا۔ میں سعد کو لیے ریسٹورنٹ میں چلا آیا۔

میں مسلسل اسے باتوں میں لگائے ہوئے تھا۔ وہ بہت ذہین اور باتونی بچہ تھا، اس کے لیے کسی بھی بات کو بھولنا بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا اور میں اسے رائمہ کا ناروا رویہ بھلانے کی سعی مسلسل میں مصروف تھا۔ افطار کے بعد اس نے بہت ہلکا پھلکا سا کھانا کھایا۔

''پاپا! ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' گاڑی میں بیٹھتے ہی سعد نے حسب عادت اشتیاق سے پوچھا تو میں نے پُرمحبت نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اگنیشن میں چابی لگائے ہوئے کہا۔

''ہم گھر جا رہے ہیں۔''

''ماما کے پاس۔'' وہ معاً خوف زدہ ہو گیا تھا۔

میری دماغی نسیں کھینچنے لگیں۔

''نہیں میری جان، ہم بہنا کے پاس جا رہے ہیں۔'' میں بمشکل مسکرا پایا تھا مگر وہ اس خوف سے نہیں نکل سکا۔

''وہاں ماما بھی ہوں گی۔''

''کم آن سعد۔ بیٹا وہ ہمارا گھر ہے، آپ کا، میرا، بہنا کا۔'' میں بدستور ہلکا پھلکا انداز لیے اس کو ٹینشن فری رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''اور ماما کا نہیں ہے؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''نہیں۔'' میں نے تلخی سے کہا تھا۔

''پاپا۔ ماما مجھے اسٹور روم میں بند کریں گی، جن والے کمرے میں۔'' وہ اب نئے خوف میں گھرنے لگا تھا۔

میرا غصہ فزوں تر ہونے لگا۔

اور شاید میں گھر لوٹتے ہی کوئی انتہائی فیصلہ کر کے اسے اپنی زندگی سے ردی کی طرح نکال باہر کرتا مگر غیر متوقع طور پر عمر اور فضہ بھابھی کو اس کے پاس لاؤنج میں بیٹھے پا کر مجھے خود پر کنٹرول کرنا پڑا۔ میں نے عمر سے مل کر ایک سلگتی نظر اس پر ڈالی تو وہ سر جھکائے اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔

''کہاں آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہو جب کہ اس وقت تمہیں گھر پر ہونا چاہیے تھا۔'' عمر مجھے ڈانٹ رہا تھا مگر میں ہاتھ اٹھا کر اسے روک گیا۔

''اسٹاپ اٹ یار، میری پہلے ہی طبیعت خراب ہے اور موڈ بھی۔''

''ایسی کی تیسی تمہاری طبیعت اور موڈ کی۔'' عمر نے میرے بے زار کن انداز کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے خونخوارانہ انداز میں مجھ پر چڑھائی کر دی۔

''شکر ادا کرو خدا کا، جس نے اتنی اچھی بیوی دے دی ہے۔ تبھی یوں ٹینشن فری پھر رہے ہو۔''

''ہاں، اب تو ایک ہی بار شکرانے کے نوافل پڑھوں گا۔'' میں نے رائمہ پر ایک کٹیلی نگاہ ڈالی تھی۔

''سعد، یہاں آؤ میرے پاس۔'' وہ سعد کو اپنے پاس بلا رہی تھی مگر میں اسے شانوں سے تھامے اپنے گھٹنوں سے لگائے کھڑا رہا۔

''جو سلوک آج تم نے اس کے ساتھ کیا ہے اس کے بعد تم اس قابل نہیں رہیں کہ یہ تم سے کوئی رشتہ رکھے۔''

میں عمر اور فضہ بھابھی سے کچھ بھی چھپانا نہیں چاہ رہا تھا۔

یہ عمر ہی تھا جو ''فرضی ماؤں'' کے قصے سنا کر مجھے اس مصیبت میں پھنسنے پر مجبور کر گیا تھا۔

اسے بھی تو پتہ چلتا کہ اس کی منطق کتنی غلط تھی اور کچھ مجھے نینا آپا کا بھی خیال تھا۔ بغیر گواہ کے تو وہ کبھی بھی رائمہ کے گناہ کو تسلیم نہ کرتیں۔ اچھا ہی تھا کہ ساری بات عمر کے سامنے ہی کھلتی۔

''اشہر.....'' عمر نے ناگواری سے مجھے پکارا تھا۔

''تم نہیں جانتے عمر، یہ بے حد چال باز عورت ہے۔ پیسے کی لالچ میں شادی کر کے اس گھر میں آ تو گئی ہے مگر اصلیت یہ ہے کہ یہ اول روز سے میرے بچوں کو ٹارچر کر رہی ہے۔ آج بھی.....'' میں نے عمر کی طرف پلٹتے ہوئے بے حد جذباتی انداز میں کہا تو وہ مجھ سے بھی اونچی آواز میں میری بات کاٹتے ہوئے بولا۔

''آج بھی، کیا آج بھی؟ یہی نا کہ انہوں نے تمہاری بیٹی کو مرنے سے بچا لیا۔ پانی سے بھرے ٹب میں ڈوب رہی تھی وہ چار ماہ کی بچی۔'' مجھے لگا یکلخت ہی میرا دل بند ہو گیا ہو۔

یہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ پھر جیسے میرا دماغ اُلٹ گیا۔ میں بے حد مشتعل سا رائمہ کی طرف بڑھا تو عمر بیچ میں آ گیا۔

www.colorofbooks.com

"پیچھے ہٹ جاؤ عمر' یہ بھی اس عورت کی کوئی چال ہوگی میرے بچوں کو مارنے کی۔ اوہ میرے خدا....."

مجھے چلاتے ہوئے یکلخت ہی اپنی معصوم بچی کا خیال آ گیا۔

"کیا ہوا ہے ثناء کو' کہاں ہے وہ؟" میں متوحش و ہراساں سا عمر کو دیکھنے لگا تو شاید میری دگرگوں حالت دیکھ کر وہ مدھم پڑ گیا۔

"ریلیکس۔ اب ٹھیک ہے وہ۔" اس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی دی تو میں چیخ اٹھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟"

"میں نے کہا نا' وہ پانی کے ٹب میں ڈوبنے کو تھی' بھابھی نے بروقت....." عمر مجھے بہلانے والے انداز میں بات کی سنگینی کو نرم لفظوں کی تہ میں لپیٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ سب کہانی ہے جو اس مکار عورت نے تم لوگوں کو سنائی ہے جب کہ اصل بات یہ ہے کہ اسی نے میری بچی کو مارنے کی کوشش کی ہوگی اور سعد پر بھی ٹارچر کر رہی تھی۔ میں نے خود دیکھا ہے' میرے خدا۔ میں اس وقت ثناء کا کیوں نہیں سوچ پایا۔ اس نے یہی پلان کیا ہوگا کہ میرے بچوں کو مار کے اپنی یہاں لائے جانے کی وجہ ختم کر دے اور پھر یہاں عیش کرے۔"

میں پاگل ہونے کو تھا۔

"شٹ اپ اشہر..... شٹ اپ۔" عمر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ رائمہ اب ہاتھوں میں منہ دیئے باقاعدہ اونچی آواز میں رونے لگی تھی۔ فضہ بھابھی اسے شانے سے لگائے مجھے خشمگیں نگاہوں سے گھور رہی تھیں۔

"یہاں..... ادھر بیٹھو اور ذرا اپنے دماغ کو حاضر کرو۔" عمر نے مجھے صوفے پر دھکیلتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔

"میرا دماغ بالکل حاضر ہے عمر اور اب میں اس چال باز عورت کو مزید ایک پل بھی اس گھر میں نہیں رہنے دوں گا۔"

"بکومت شیری۔" وہ مجھے جھڑک کر سعد کی طرف متوجہ ہو گیا جو اس سارے جھگڑے سے سہما کھڑا ایک ٹک رائمہ کو دیکھے جا رہا تھا اور اس کی صورت دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ اب رویا کہ تب۔

عمر نے اسے پچکارتے ہوئے میرے پاس بٹھایا اور خود بچوں کے بل نیچے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"سعدی بیٹا۔ آپ پاپا کے ساتھ سیر کرنے گئے تھے۔"

سعد نے منہ بسورتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو وہ اسی نرمی سے بولا۔

"بیٹا' آپ نے پاپا کو بتایا نہیں کہ ماما آپ پر کیوں خفا ہو رہی تھیں۔"

"نہیں' پاپا ماریں گے۔"

"یہ کیا ڈرامے بازی ہے عمر؟" میرا پارہ ہائی ہونے لگا۔

"یہی اصلیت ہے۔ یہ ننھا شہزادہ آج اپنی بہن کو پانی سے بھرے ٹب میں غسل دے رہا تھا' وہ تو بھابھی کی عادت ہے ذرا سی دیر کے بعد ثناء کو دیکھتے رہنے کی تو انہیں بروقت پتہ چل گیا ورنہ تو شاید....." عمر نے بے حد سنجیدگی سے کہا تو میں غائب الذہنی کیفیت میں ان سب کو دیکھنے لگا۔

"یہ سب تمہیں اس نے بتایا ہوگا۔" پھر مجھے ہوش آیا تو میں نے تنفر سے کہتے ہوئے رائمہ کی طرف اشارہ کیا۔

فضہ بھابھی ناگواری سے بولیں۔

"میں بھی اس وقت یہیں موجود تھی اور اس وقت بھی جب ہاسپٹل سے آنے کے بعد یہ سعد کو ڈانٹ رہی تھی۔ میں اندر ثناء کے پاس تھی۔"

میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"پاپا' میں تو بہنا کو نہلا رہا تھا' اسے تیرنا بھی نہیں آتا۔" سعد پتہ نہیں اپنی صفائی میں کیا کچھ کہہ رہا تھا۔ مگر میری آنکھوں کے آگے بہت سے بدصورت لمحے ناچ رہے تھے۔ میں ان سب سے تو کیا درحقیقت خود سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا تھا۔

عمر اور فضہ بھابھی تھوڑی دیر کے بعد چلے گئے تھے۔

میں شکست خوردہ سا اٹھ کر ثناء کو دیکھنے آیا۔ وہ بستر پر بہت پرسکون انداز میں محوِ خواب تھی۔ میں واپس پلٹا تو وہ دروازے کے فریم سے لگ کے کھڑی تھی۔

"اسے اٹھا کر لے جائیں یہاں سے۔" اس نے شرربار لہجے میں کہا تو میں ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔ شدتِ گریہ سے اس کی آنکھیں سرخ اور آواز بھاری ہو رہی تھی۔ مجھے خود پر شرم آنے لگی۔ میری بے جا جذباتیت آج مجھے اس مقام پر لے آئی تھی۔ اول روز ہی سے میں یکطرفہ سوچ کو ساتھ لے کر چلا تھا تبھی تو سب کچھ غلط ہی دکھائی دیتا رہا۔

"یہ تمہارے بچے ہیں رائمہ....." میں نے مصالحانہ انداز میں کہنے کی کوشش کی تو وہ غصے سے بولی۔

"نہیں یہ میرے نہیں صرف آپ کے بچے ہیں۔ بس اس کی گورنس تھی اور بس۔"

"دیکھو رائمہ' اب ساری غلط فہمی دُور ہو چکی ہے۔"

میں نے ایک اور کوشش کی مگر وہ میری بات کاٹ کر تلخی سے بولی۔

"واقعی' اب تو ساری غلط فہمی دُور ہو چکی ہے۔ اول تو مجھے باور کرا دیا گیا کہ میں بیوی نہیں بلکہ ان بچوں کی ماں کے رشتے سے یہاں لائی گئی ہوں مگر آج مجھے احساس ہوا ہے کہ یہ میری خوش فہمی تھی۔ ماں تو وہ ہوتی ہے جو بچوں پر حق رکھتی ہو' انہیں غلط بات سے روکنے' ٹوکنے کا' مارنے کا۔ اور جو انہیں ڈانٹ بھی نہ پائے' وہ صرف ان کی گورنس ہوتی ہے اور یہ بات میں بہت اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔"

اس کی باتیں مجھے چلو بھر پانی میں ڈوبنے کو کافی تھیں مگر یہ آگ میری ہی لگائی ہوئی تھی تو بجھانی بھی مجھے ہی تھی۔

"دیکھو' اس میں میرا بھی کوئی قصور نہیں۔ تم نے اتنی آسانی سے ایک دو بچوں کے باپ سے شادی کرنے کی ہامی بھر کے مجھے شک میں مبتلا کر دیا تھا کہ شاید تم دولت کی لالچ میں اس شادی پر راضی ہوئی ہو۔"

"بہت خوب۔" وہ اپنی چھلک اٹھنے والی آنکھیں پونچھتی تلخی سے بولی تھی۔ "یہ بھی آپ امیرزادوں کا ظرف ہے' سوچ بھی انتہا کی رکھتے ہیں۔ کسی بات کی کمی نہیں تھی آپ میں' ماسوائے ان دو بچوں کے۔ کوئی بھی' میری طرح پریکٹیکل سوچ رکھنے والی لڑکی انکار نہ کرتی۔ وہ بھی اس صورت میں کہ جب ڈھنگ کا کوئی رشتہ دستیاب نہ ہو اور پیچھے بھی جوان بہنوں کی قطار ہو اور آپ نے مجھے آزمانے کے قابل بھی نہیں سمجھا۔ روزِ اول سے دفعات عائد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ان بچوں نے تو مجھے تسلیم کر لیا مگر آپ نہیں کر پائے۔"

"آئم سوری رائمہ۔"

میں یکلخت ہی جیسے روشنی میں آ گیا تھا۔ ندامت سے چُور لہجے میں بولا مگر وہ کچھ بولے بغیر ثناء کے پاس جا بیٹھی تھی۔ میں چند لمحے اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر ناکام وہاں سے چلا آیا۔

میرے دل میں اس کے لیے جو کدورت اور اُکتاہٹ بھری تھی وہ اب کہیں نہیں تھی۔

وہ تمام رات میں نے آنکھوں میں گزار دی۔

سعد اور ثناء دونوں اسی کے پاس تھے۔

شہلا تو ان کی سگی ماں تھی' یقیناً ان سے محبت کرتی' مگر ان دونوں کی ماں نہ ہو کر بھی جو لڑکی انہیں ماں کا پیار دے رہی تھی' وہ یقیناً دل میں رکھنے کے قابل تھی۔ اور میں اپنی اس سوچ پر قطعی پشیمان نہیں تھا نہ خود سے۔

اور نہ ہی شہلا سے۔

○.....○.....○

وہ مجھے منہ بھی نہیں لگا رہی تھی اور شاید میرے ساتھ ہونا بھی یہی چاہئے تھا۔ پہلے جو کبھی کبھار ایک آدھ بات ہو جاتی تھی' وہ بھی بند تھی۔

مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ میرے دل میں اپنی بہت

www.colorofbooks.com

خاص جگہ بنا گئی تھی اس لیے میں بہت صبر سے اس کے اپنی طرف لوٹنے کا انتظار کر رہا تھا۔

مگر چاندرات تک یہ صبر بھی جواب دے گیا۔

"ماما! پاپا کہہ رہے ہیں باہر چلیں۔" سعد اس کے سر پر کھڑا میرا پڑھایا ہوا سبق دہرا رہا تھا۔

"نہیں بیٹا۔ مجھے نہیں جانا۔" وہ نرمی سے بولی۔

اس کی یہ کوالٹی بھی مجھے بے حد پسند تھی کہ ہماری آپسی لڑائی کو سعد کے سامنے بالکل بھی نہیں لاتی تھی۔

میں مسکراتا ہوا اس کے پاس جا کھڑا ہوا جو شاہ کو سلانے کے بعد اب شاید خود بھی لیٹنے کی تیاریوں میں تھی۔

"کیوں نہیں جانا۔ آج چاندرات ہے' ہم سب جائیں گے مہندی لگوانے' چوڑیاں پہننے۔ کیوں سعد؟" میں نے بہت دوستانہ انداز میں کہتے ہوئی سعد کی تائید چاہی مگر میری نظر رائمہ پر ہی تھی۔ وہ مجھے دیکھ تک نہیں رہی تھی۔

"پاپا! آپ بھی چوڑیاں پہنیں گے؟" سعد نے متفکرانہ انداز میں پوچھا تو میں ہنس دیا۔

"بیٹا' یہ کام آپ کی ماما کا ہے۔ کیوں رائمہ؟" میں یوں پوز کر رہا تھا جیسے ہم دونوں کے مابین جانے کتنی محبت ہو۔ وہ ایک تیز نگاہ مجھ پر ڈالتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو سعد اب لیٹ جاؤ ورنہ صبح آنکھ نہیں کھلے گی۔"

"کوئی نہیں لیٹے گا بلکہ ہم سب مارکیٹ جائیں گے۔"

میں نے اعلان کیا تو سعد پھر پُرجوش سا اُٹھ کھڑا ہوا۔

"جسے جانا ہے وہ چلا جائے۔" وہ تنک کر کہتی کمرے سے باہر نکلنے لگی تھی کہ میں نے بلا ارادہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا۔

"تم چلو گی تو ہی چاندرات ہو گی نا۔"

جانے کیسے میری زبان پھسل گئی تھی۔ وہ ششدر سی مجھے دیکھنے لگی۔ میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا مسکرا دیا۔

وہ میرا ہاتھ جھٹکتی پھر سے بستر پر جا بیٹھی مگر اب اس کے ہر انداز سے اضطراب ظاہر تھا۔

میرے بدلتے انداز یقیناً اس کے احساسات کو بھی جھنجوڑ گئے تھے۔

"کم آن رائمہ' یار اب تو ہر بات ختم ہو چکی ہے۔ میں سوری بھی کہہ چکا ہوں۔" میں نے اسے منانے کی کوشش کی۔

"پاپا چلیں ناں......" سعد نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تھا۔

"ٹھہرو یار' تمہاری ماما کو تو منا لیں تبھی عید منائیں گے۔" میں نے خوش گوار لہجے میں کہا تو اس نے مجھ پر ایک تیز نظر ڈال کر چہرہ پھیر لیا۔

"ماما آپ سے ناراض ہیں' آپ نے ماما کو تھپڑ مارا تھا نا۔" سعد کی یادداشت نے بہت بُرے وقت پر ساتھ دیا تھا۔ میں خجل سا اسے گھورنے لگا۔

"اب اُٹھ جاؤ رائمہ......"

"میں نے کہا نا نہیں تو بس نہیں۔" وہ لب کچلتی تختی سے بولی مگر اس کے انکار میں وہ شدت نہیں تھی جو مجھے ہرا دیتی۔ "پہلے میرے مقام کا تعین کر لیں۔" وہ کہہ رہی تھی' میں آگے بڑھا۔

"تعین تو تب کروں جب تم تعاون کرو۔ کب سے منا رہا ہوں تو سمجھ جاؤ نا کہ بیویوں والے نخرے دیکھ رہا ہوں۔"

"پاپا چلیں ناں۔"

سعد کو کچھ زیادہ ہی جلدی تھی مگر میں اس وقت رائمہ کی طرف متوجہ تھا' جس کی ہر ناں' میرے احساسات کی لو کو مہمیز کر رہی تھی۔

"جب نخرے اُٹھانے کے دن تھے تب تو اُٹھائے نہیں' اب بھی بے پروا بنے رہیں' میں کوئی شکوہ نہیں کروں گی۔" وہ طنزاً بولی تھی۔

سعد نے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو میں نے اسے ڈانٹ دیا۔

"کیا ہے یار' دو منٹ تو صبر کرو۔" لو جی' ایک تو رائمہ نہیں مان رہی تھی' اوپر سے سعد نے میرے انداز سے گھبرا کر رونا شروع کر دیا۔

رائمہ متاسفانہ نظروں سے مجھے دیکھتی اسے چپ کرانے لگی۔

"ہم سیر کرنے نہیں جائیں گے' پاپا گندے ہیں۔"

"کیا کیا جائے بیٹا' اب بندہ خدا سے تو نہیں لڑ سکتا۔" وہ تیکھی نظر مجھ پر ڈالتی کہہ رہی تھی۔ میں سر کھجا کر رہ گیا۔

"میں پاپا سے نہیں بولوں گا۔" سعد کو مجھ پر کچھ زیادہ ہی غصہ تھا۔ میں نے رائمہ کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کی گود میں دبکے سعد سے معذرت کرنے کی کوشش کی تو خفگی سے بولا۔

"میں آپ سے ناراض ہوں۔"

"ہم اپنے بیٹے کو منا لیں گے ابھی۔" میں نے جھک کر اس کے دونوں رخسار چومے تو وہ پھول کی طرح کھل گیا۔

"اب ہم باہر جائیں گے نا؟"

"ہاں بیٹا' ضرور جائیں گے۔ اگر آپ کی ماما اپنی ناراضگی ختم کر دیں تو۔" میں نے گہری سانس بھرتے ہوئے اس کی پُرکشش صورت دیکھی تھی۔

"تو آپ ماما کو بھی منا لیں ناں۔"

سعد نے آئیڈیا دیا تو میں بے ساختہ قہقہہ لگا کر بولا۔

"میں تو تیار ہوں یار' اگر ان کی اجازت ہو تو......"

وہ جو پہلے ہی میرے اتنے پاس آ بیٹھنے پر کٹی بیٹھی تھی' میری بے باکی پر سرخ ہو گئی۔ سعد کو گود سے اتارتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں اس کے فرار کا ارادہ دیکھ کر اس کی راہ میں آ گیا۔

"کیا چاہتی ہو رائمہ' دست بستہ تم سے معافی مانگوں؟" میں بالکل سنجیدہ تھا' وہ نروس ہونے لگی۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔"

"تو پھر میری ذرا سی بھول کی اتنی لمبی سزا تو مت دو۔" میں ہر قیمت پر اس سے تخ چاہتا تھا۔

میں جو یہ سمجھتا تھا کہ شہلا کے بعد میں کسی سے محبت کر ہی نہیں سکتا تو میری یہ منطق کھوٹا سکہ ہی ثابت ہوئی تھی۔ ہر محبت کا اپنا انداز اور اپنا مقام ہوتا ہے' یہ بات میری سمجھ میں بہت اچھی طرح آ گئی تھی۔

"آپ نے میرے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں کیا۔ غلط سمجھتے تو تھے ہی غلط کہہ بھی دیا سب کے بیچ۔ میں نے تو آپ سے کچھ بھی ڈیمانڈ نہیں کیا تھا۔ نہ حق مہر اور نہ ہی یہ تمام لگژریز۔ صرف عزت ہی دے دیتے تو میں خوش ہو جاتی۔"

وہ شکوہ کناں لہجے میں بولی تو میں نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر رکھتے ہوئے پُریقین انداز میں کہا۔

"لیکن اب میں تمہارے ساتھ بہت اچھا کرنا چاہتا ہوں۔ عزت ہی نہیں' محبت بھی دوں گا کیوں کہ تم نے میری ہر سوچ کو غلط ثابت کر دیا ہے۔"

اس کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل کر مجھے ہلکا پھلکا کر گئی۔

"پھر بھی اگر تم چاہو تو میں تمہیں منا سکتا ہوں۔"

میں نے اس کی طرف جھکتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔ سعد کو اٹھا کر ہوا میں اچھالتے ہوئے میں نے اس کی گھبراہٹ پر قہقہہ لگایا تو وہ مصنوعی خفگی سے مجھے گھورتی مسکراہٹ چھپاتی وارڈروب کی طرف بڑھ گئی کیوں کہ ابھی کچھ دیر کے بعد ہماری یہ چھوٹی سی خوب صورت فیملی چاندرات کا مزہ اٹھانے جانے والی تھی۔

تم آئے تو آیا مجھے یاد' گلی میں آج چاند نکلا
جانے کتنے دنوں کے بعد' گلی میں آج چاند نکلا

میں گنگنا رہا تھا اور مسرور بھی تھا کہ وہ واقعی میرے آنگن کا چاند ہی ثابت ہوئی تھی۔

❖